

بس اک دل سنبھال رکھنا..... سیدہ گل بانو

پچھلے کچھ روز سے موسم بہت خوبصورت تھا۔ گرمی اور صبح کا زور ٹوٹ چکا تھا۔ خوش گوار ہوائیں فضاؤں میں سکون اور دلکشی کھول رہی تھیں۔ صبح کا اجالا بہت تلخ و سہما تھا۔ فضا طمانیت بخش تھی اور ہوائیں مشکبار مومن اور امین ایک ساتھ گھر میں داخل ہوئے تو پردوں کی چوچھاہٹ نے ان کا استقبال کیا۔ اپریل کی صبح بہار کی تمام تر مٹاؤں اور سحر انگیزی اپنے اندر سمیٹے ہوئے تھی۔

”صبح بخیر چچی جان.....“ مومن نے گھر کی دلییز سے قدم اندر رکھتے ہی صدا لگائی۔

”لڈ مارنگ آئی.....“ امین بھی اپنے مخصوص انداز میں گنگنایا۔

”صبح بخیر بیٹا، آ جاؤ، دھڑی.....“ یہاں ہوں میں باورچی خانے میں۔“ نور بی بی ہنچ آواز لگا کر ان کو اپنی موجودگی کا احساس دلایا تو وہ دونوں ایک دوسرے سے باتیں کرتے کچن میں ہی پلے آئے۔ آج وہ دونوں یہاں آنے میں کچھ لیٹ ہو گئے تھے۔

”تم دونوں کو یہاں آنے میں آج کچھ دیر نہیں ہو گئی۔“ سندے والے دن وہ بلور خاص ماسٹے گئے جیسے دھڑی آتے تھے۔

”جی چچی جان آج مومن کچھ دیر سے سو کر اٹھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ ایک خوبصورت پیناؤ کچر باتما۔“ امین کو بھی مکی باتیں کرنے کی عادت تھی۔ نور بی بی نے اسے شفقت سے گھورا۔

”خواب یو کچر باتما۔ تم تو نہیں۔ تم اسے چکاڑتے۔“

”کیا آج ماسٹے نہیں ملے گا۔“ امین کو ماسٹے کی فکر ہو گئی۔

”ملے گا ضرور ملے گا مگر بیٹا ماسٹے تو اپنے وقت پر اچھا لگتا ہے اب دس بج چکے ہیں۔“

”اچھا آ سندہ خیال رکھیں گے سوری۔ اب پلیز جلدی سے دو دیں۔“ امین معذرت بھر۔ انداز میں ماسٹے کے لیے مچلا تو نور بی بی مسکرا کر ان دونوں کے لیے ماسٹے بنانے میں مصروف

ہوئیں۔ جو تقریباً تیار ہی تھا بس گرم پراٹھے بنانے تھے۔

”سنو..... اب اس کو منانا تمہارا کام ہے۔“ امین نے مومن کے کان میں سرگوشی کی۔ مومن جو رات سے ہی چڑا ہوا تھا۔ اب بھی اندر ہی اندر رزق ہو کر رہ گیا لیکن اس پر کچھ ظاہر نہ کیا صرف اثبات میں سر ہلادیا۔“

”وہ تمہاری بات مان لے گی۔“ امین نے اپنی بے چینی کا اس کی جانب سے مثبت جواب پا کر پھر اس کے کان میں ٹھسہ دہلر کی۔

”تم اسے قائل کر سکتے ہو..... آئی شیور۔“

”اچھا بابا میں کوشش کرتا ہوں..... ہو جائے گا کچھ نہ کچھ۔“ مومن خود کو پٹکون نہ کہتے ہوئے جس سے ہلا۔

”اوئے نہیں یار..... یہ کوشش کو تو تم بیچ میں نہ ہی لاؤ..... کچھ نہ کچھ نہیں، سب کچھ دن اور ایک ہم آ۔“ من ہوا پائیے۔“ امین بہت پر جوش تھا اور حد سے زیادہ بے صبر اچھی۔

”اچھا ماں..... اب ٹوٹیک سے بیٹھ..... میری گود میں کیا کرنے آ رہا ہے۔“ خود پر مضطرب کھستے رہتے جھجھکی مومن جھلا گیا۔

امین اپنی بے چینی اور تجسس سے مجبور ٹھنوں سمیت اس کے ساتھ تقریباً جزا جادہا تھا۔ اس کی سرزنش پر امین جھپٹا ہوا خود کو سمیت گریختہ کیا۔

”اوہ سوری..... تم..... سکون سے بیٹھو..... پریشانی وافی کیا بات ہے..... مجھے یقین ہے مو فیعد یقین کہ بات بن جائے گی..... بن جائے گی ماں؟“ امین نے جیسے خود کو حوصلہ دیتے دیتے

پھر اس سے بات بن جانے کی تعدیق یابا تے بنانے کا وعدہ چاہا، پر مومن نے اس بارچہ سے کے ساتھ پہلو بھی بدل لیا۔ اس کا امین سے مزید اس مومنوں پر بات کرنے کا کوئی موڈ نہیں تھا۔

”گدھا کہیں کا..... لو کی دُم..... اس نے دل ہی دل میں اس کی بے نیازی کا بدلہ کوس کر لیا۔

جبکہ دوسری جانب بے نیاز بیٹھا مومن اندر سے مضطرب تھا۔ اس کے ذہن میں امنڈتی سوچیں اسے مشغول کر رہی تھیں۔ امین نے اسے ایک نظر بغور دیکھا۔ صاف دکھائی دیتا تھا کہ وہ کسی

گہری سوچ میں تھا۔ آخر یہ کیا سوچ رہا ہے؟ اس نے اندازہ لگایا پھر سر جھٹک کر نور بی بی کے تیزی سے مصروف عمل ہاتھوں کو دیکھنے لگا۔

”مومن سوچ رہا تھا کہ قہوڑی دیر بعد کیا ہونے والا ہے.....؟ وہ جانتا تھا کہ قہوڑی دیر بعد کیا ہونے والا ہے؟ امین تو مانتے سے فارغ ہو کر یہاں سے چلا آیا اور نور بی بی کچھ اور شہ وری کام نمونے کے بعد پڑوس میں کچھ وقت گزارنے چلی گئیں۔

پڑوس میں اپنی فیملی کے ساتھ قیام پزیر راحت بیگم سے ان کی دوستی جوانی کے زمانے سے آج تک قائم تھی۔ سُنڈے والے دن بطور خاص وہ دونوں ایک دوسرے کو اپنی طرف مدعو کرتی تھیں۔ یہ ان دونوں کا معمول تھا اور اس سُنڈے کو نور بی بی ان کی طرف مدعو تھیں۔ چھ چاتے چاتے پیڑوں کو گھر میں مومن کی موجودگی سے باخبر کر گئی تھیں۔ ان کے جاتے ہی مومن ان سب کے گزرنے میں تھا۔ وہ پاروں اپنے گروں سے نکل کر اس کے سامنے تھیں۔

”آج تو بہت دیر سے تشریف آوری ہوئی تم دونوں کی۔

کیا واپس چلا جاؤں؟“ وہ اسارا کی بات کے جواب میں بولا۔

”تو بہ تو یہ میں نے یہ کب کہا؟“ اس کے سامنے والے مصوفے پر اپنے بالوں کو جوڑنے کی شکل میں یعنی ہنسی (۹۹) نے فوراً کہا۔

”تو کہہ دو..... یہاں کون ہے تمہیں روکنے والا؟“ وینیز کہاں ہے؟“ اسارا کی بات کے جواب میں پھر شرارت سے مسکرا کے اس پر چوٹ کرنے کے ساتھ ہی وینیز کے بارے میں پوچھا جو اچھی ان تینوں کے ساتھ ہی ادھر جلوہ گر ہوئی تھی اور ایک ہی پل میں نظروں سے اوجھل ہو گئی۔ اسارا مومن کی بات پر ہنس دی۔

”آپنے کمرے میں گئی ہے شاید..... آج زنی کی منگنی کا فنکشن جہاں اسی کی تیاری میں مصروف ہو گئی۔“ اسارا سے چھوٹی زارا نے بتایا۔

”کون کون یہ فنکشن اکینڈہ کرنے جائے گا۔؟“

”وہی جائے گی اکیلی..... نزار اس نے مومن کے سوال کا مختصر جواب دیا۔

مومن چپ ہو گیا مگر اس کے دماغ میں ایک شورش کے احساس کو کمزور کرنے لگا تھا۔ اس کے برابر منشی احمد یونی۔

”آپ لکھ کر کے جا چکے گا۔“ ان تینوں سے چھوٹی احمد کو اس کا ہمیشہ ہی خیال رہتا تھا۔

”اگر لکھ تک یہاں ٹھہرنا تو..... ویسے آج کیا خاص کھانا آگئی؟“ مومن نے مسکرا کر اس بات میں سر ہلا کے پوچھا۔

”جو بھی آپ چاہیں۔“ وہ غلوں سے اس کی فرمائش پوری کرنے کو تیار تھی۔ وہ اس کا سر تھپا کر ہنستے ہوئے اٹھا۔

”فی الحال تو مجھے خود پتہ نہیں کہ میں ابھی کتنی دیر اور یہاں ٹھہروں گا..... دیکھتے ہیں۔ ابھی تو لکھ میں کافی وقت ہے۔ مجھے مینا دے ایک نئی بات کرنی ہے..... بس ابھی آیا۔“

”اوہ ہوائی زحمت..... اس کو ادھر بلا لیتے ہیں۔“ نزار اس کے ہمراہ میں ہوئی مگر اس نے اچھا ہاتھ کے اشارے سے روک دیا۔

”کوئی بات نہیں..... میں ہی چلا جاتا ہوں.....“

”خیر بیٹ تو ہے..... کیا کوئی خاص بات ہے؟“ مہار کو تجسس ہوا۔

80000

”ابھی آکر بتاؤں گا.....“ وہ بیٹ پلینے۔ “وہ ان کی نظروں اور سوالوں سے بچتا مینا دے کی تلاش میں چل پڑا۔ وہ مینا دے اپنے کمرے میں بھی تھی۔ بند دروازے کے اس پار رکھ پت کی آوازیں

سنائی دے رہی تھیں۔ اس نے دروازے پر دستک دی۔

”کون ہے..... آ جاؤ؟“ مینا دے کا انداز مصروف سا تھا۔

وہ کمرے میں داخل ہو گیا۔

”ارے آپ.....“ وہ اسے دیکھ کر چونکی۔ وہ تو گھجی کہ بہنوں میں سے کوئی ہوگی۔ اسے سامنے دیکھ کر فوراً دوپٹے کے لیے ادھر ادھر نظر دوڑائی۔ دوپٹے، ستر کے کنارے بے ترتیب سا بھول رہا تھا۔

”بچے یہ ت مجھے بلوایا ہوتا۔“ وہ وہ پریٹھک سے شانوں پر پیلا تے ہوئے مخاطب ہوئی۔

مومن اسے سنبھلنے کا موقع دینے کی غرض سے اس کے بیل کے دوسری سمت پر اسے صوفے پر بکھرے ملبوسات کی چمک دکھا اور رنگوں کی بہار کا جائزہ لے رہا تھا۔ وہ مخاطب ہوئی تو ایرایوں پر گھوم کر وہ اس کی سمت متوجہ ہوا۔

”کیا تم ابھی کچھ دیر کے لیے فارغ ہو؟“ مومن نے پوچھا۔

”بچے یہ ت.....؟“ فارغ تو نہیں مگر کچھ وقت نکالا جاسکتا ہے۔“ وہ اسے خوش کر دینے والے انداز میں چمکی، اس کی اس بات پر ایک مسرت آمیز مسکراہٹ اس کے چہرے پر لکھ بھر گئی۔

”کیا ہم دونوں کچھ دیر بیٹھ کر بات کر سکتے ہیں؟“

”ارے ہاں کیوں نہیں..... آپ پلیز بیٹھیے.....“ یا پھر ہمیں لاونچ میں چلنا چاہیے۔“ وہ نے پہلے قریبی صوفے کی سمت اشارہ کیا پھر کسی خیال سے لاونچ میں چلنے کو کہا۔ مومن ہاتھ کے اشارے سے نفی کا اظہار کر کے صوفے کی جانب بڑھتے ہوئے بولا۔

”نہیں..... کہیں اور نہیں..... یہیں بات کر لیتے ہیں..... باہر ہمیں تنہائی میسر نہیں ہوگی..... مجھے تم سے اکیلے میں بات کرنی ہے.....“ مومن بھی وہ صوفے میں دھنس کر پر سکون انداز میں بول رہا تھا۔

”آپ بات شروع کریں..... جب تک میں یہ سارا جھجھت سمیٹ لوں۔ آپ بھی سوچ رہے ہوں گے کہ کیسی چھوڑ لڑکی ہے۔“ وہ صوفے پر بکھرے کپڑوں کو سمیٹنے کی غرض سے بڑھی جہاں بائیں سمت والے صوفے پر مومن براجمان تھا۔

”..... یہ تم بعد میں سمیٹ لینا..... میں جانتا ہوں کہ اس وقت میں ایک انتہائی سلیقہ مند سکھ لڑکی کے کمرے میں موجود ہوں۔“

”آپ میرا مذاق اڑا رہے ہیں؟“ ونیزہ: وہ قہقہہ لگتی۔

”میری کیا مجال.....“ وہ مسکرایا پھر کہنے لگا۔

”بس تم یہاں سکون سے بیٹھ کر اپنا کچھ وقت مجھے دے دو..... میں کوشش کروں گا کہ تمہارا تیار دو وقت نہ لوں۔“

”ارے ایسی بھی کوئی بات نہیں..... میں یہ سب بعد میں سمیٹ لوں گی۔ یہ لیجیے.....“ ونیزہ: مٹی میں..... مجھے کافی تجسس ہو رہا ہے کہ خراپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔“

”بات کچھ خاص تو نہیں پر..... اگر سوچو تو خاص ہے بھی.....“ مومن نے کہا۔

”آپ پلینز بتائیے تو.....“ اس کے الجھے ہوئے انداز نے ونیزہ: کے تجسس کو ہوا دی۔

”وعدہ کرو کہ تم مجھے مایوس نہیں کرو گی۔“

”اوہ تو..... آپ کا یقین کوئی تقاضا ہے..... پر کیا؟“ وہ چونکی ہوئی۔

مومن نے شہادت کی انگلی کی پور سے گہنی کو سہلایا اور پھر ایک ہاتھ کھینے پر دیکھ کر دوسرا بازو صوفے پر پھیلا لیا۔

”جو میں تم سے چاہتا ہوں اس کے پیچھے میرا ذاتی مقصد کچھ بھی نہیں..... ہاں مگر زندگی میں کبھی کبھار ایسا ہوتا ہے کہ ہم اپنے ارد گرد کے رشتوں میں اپنی ذات کی تقسیم کے ساتھ کچھ یوں بے

ہوئے ہوتے ہیں کہ بعض اوقات جو ہم نہیں بھی کرنا چاہتے، وہ کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔۔۔ یابیوں کہہ لو کہ وہی ہم سے سرزد ہو جاتا ہے۔“

”کیا۔۔۔ کیا سرزد ہو گیا آپ سے؟“ ونیزہ بہت غور سے اسے دیکھ اور سن رہی تھی۔

”جوابات میں تم کو کہنے جا رہا ہوں، ہو سکتا ہے وہ تمہیں اچھی نہ لگے۔۔۔ اور ہمیشہ کی طرح آج بھی تم کو یہی ہی لگے۔“ مومن نے پرسکون مگر قدرے الجھے ہوئے انداز میں تمہید باندھی۔

”اگر آپ کا اشارہ وژش کی بات کی طرف ہے پھر تو واقعی آپ اس قصے کو نہ چھیڑیں۔“

”پروینزہ۔۔۔“ مومن اسے قائل کرنے والے انداز میں کچھ کہنا چاہتا تھا۔

”پلیز مومن بھائی میں اس معاملے میں آپ کی کوئی مدد نہیں کر سکتی۔ کسی صورت میں بھی۔“ ونیزہ نے اسے مزید آگے کچھ بھی کہنے سے روک دیا۔

”مدد کر نہیں سکتی یا کرنا نہیں چاہتی۔“ اس نے اسے غور سے دیکھا۔ وہ نظریں چار رہی تھی۔ چند لمحوں کی خاموشی کے بعد مومن نے پھر تمہید باندھی۔

”بات سنو۔۔۔ کسی کی مدد کرنے میں کوئی ہرٹ نہیں ہونا جب کہ ایسا کرتے ہوئے ہمارا ذاتی طور پر کچھ نقصان بھی نہ ہو رہا ہو۔“

”میرے اختیار میں کچھ بھی نہیں۔۔۔ یقین کریں آپ میری بات کا۔۔۔ ورنہ مجھے اس سارے قصے میں ذاتی طور پر کسی سے کوئی پر غاش نہیں ہے۔ آپ دونوں میری بات کو سمجھنے کی کوشش

کیوں نہیں کرتے۔“

”اگر تم اس تھیز کے لیے امین کی کسی حد تک دہلیپ کر دو تو تمہارا تو کچھ بڑ نہیں جائے گا لیکن وہ سمجھتا ہے کہ اس کا فائدہ چھوڑ کر کچھ چمک جائے گا۔“ وہ عام سے انداز میں کہہ رہا تھا۔

”کچھ نہیں۔۔۔ بہت۔۔۔ بہت روشن ہو جائے گا اس کا فائدہ چھوڑ۔“ ونیزہ نے حسب توقع بھرپور طریقے سے ہمیشہ والے تنقید کے ساتھ مضبوط لہجے میں جیسے دعویٰ کیا۔ مومن نے اس کی طرف

سے نظر پھیم کے ابرو اچکاتے ہوئے لمحے بھر کے لیے لب سمیٹ کر ایک گہری سانس سینے میں بھر کر باہر دھکیلی۔ اس کے ہر تیور پر وہ انداز سے بیزار رہی اور بے نیازی جھٹک رہی تھی۔

”معلوم نہیں..... تمہارا یہ دعویٰ کہاں تک صحیح ہے..... میں کچھ کہ نہیں سکتا..... میں نہیں جانتا اس راستے کا انتخاب کرنے کے بعد امین کا فیوچر ترقی کے اجالوں کی طرف سفر کرے گا کہ گناہ کر دینے والی تاریک شاہراہوں کی جانب جن کا اختتام پچھتاؤں کی گہری کھائیوں کے سوا کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔“

”خیرات ہے..... آپ اس قسم کے خیالات رکھنے کے باوجود بھی چاہتے ہیں کہ میں ان کی سیلپ کروں۔ آپ کی ماپندیدگی کے باوجود بھی۔“ نوینہ دھڑکے ہوئے مسکراہٹ کو اپنے چہرے پر کھڑنے سے نہرونگہ کی تو اس نے اس مسکراہٹ کو گہری ہونے دیا۔ اس کے منہ پر الفاظ پر انصرار دیتے ہوئے پہلو ہاتھ لے کر مومن نے دانستہ اس کی جانب دیکھنے سے گریز ہی کیا تھا۔

”عقلمند آپ کی شادی ہونے والی ہے..... وہ دونوں نہیں جب زرخشت کی زندگی میں ہمیشہ ہمیش کے لیے جاتے ہیں پھر تو آپ خود بھی امین کی سیلپ کے لیے بہترین معاون ثابت ہو سکیں گے، بغیر میری کسی بھی قسم کی مدد کے۔“ نوینہ نے اس کے چہرے کے تاثرات چھپ چھپ کر غور سے دیکھے۔ موضوع کا رخ اس سمت مورا جہاں شاید وہ کسی بھی جھٹکا ہونے کی خواہش نہیں رکھتا تھا۔ اسی لیے نوینہ کی بات پر اس کے چہرے کے تاثرات نے فوراً ہی سرورہری کو اپنے اندر جذب کیا۔

”زرخشت بہت اچھی لڑکی ہے۔“ نوینہ نے کہا اس موضوع کو طوالت دینے کا مود تھا۔ اس نے زرخشت کی تعریف کی۔ مومن بغیر کسی رد عمل کے خاموش رہا۔

”اور آپ تو اس سے بھی گہری نیا دہ اتھے ہیں کہ آپ نے اپنے والدین کی خواہشات کا احترام کیا۔“ نوینہ دھڑکے ہوئے بھی سراہا۔

”زرخشت اچھی لڑکی ہے..... اس کے لیے انکار کا کوئی جواز ہی نہیں جاتا تھا۔“ مومن نے سرسری تعریف کی۔

”میرا خیال ہے میں اب چلوں..... تمہارا تو ہمارے ساتھ کسی طرح کے تعاون کا کوئی مود نہیں لگتا۔“ سابقہ لہجے میں بات کرتے ہوئے اس نے کھڑے ہو کر ہلکا سا شکوہ کیا پھر کسی جواب یا سوال کا موقع دیے بغیر وہاں سے جانے لگا۔ تبھی اس کے لیے ایک راستہ کھولتے ہوئے نوینہ نے اسے مخاطب کیا۔

”مومن بھائی! اگر آپ خود زرخشت سے بات کر لیں تو شاید وہ آپ کی بات کو زیادہ اہمیت دے۔“

”شاید نہیں، تھکنا۔“ مومن فوراً بولا۔ اس کے لب و لہجے میں جب مضبوطی دلاتی۔

”یہ بھی تو ہو سکتا ہے وہ کوئی عذر پیش کر کے، کوئی مجبوری ظاہر کر کے انکار کر دے۔“ بے ساختہ، بے ارادہ ہونے کے منہ سے نکل گیا۔

”نہیں، وہ انکار نہیں کر سکتی کیوں کہ وہ میری کسی بات سے انکار نہیں کیا کرتی۔ وہ جانتی ہے میں بہت مجبوری میں اس سے کوئی تقاضا کرتا ہوں، اس لیے وہ اسے پورا کرنے کی ٹھان لیتی ہے۔“

”آپ بھی تو اس سے اپنی بات منوانے کی ٹھان کر اس سے تقاضا کرتے ہیں۔“

”کیا یہ بات تم سے زرش نے کہی۔“

”نہیں نہیں، ایسی تو کوئی بات نہیں۔ میں تو بس یونہی آپ سے مذاق میں یہ سب کہہ رہی ہوں۔“ ونیہ نے قدرے کجی کر وضاحت پیش کی۔

”چلتا ہوں۔“ وہ اب کے پہلے سے بھی زیادہ شجیدہ و صوری کے ساتھ منہ اکٹھا وہاں سے چلا گیا۔

”افوہ ایک تو ونیہ، دہلی بی تمہاری زبان بھی۔“ ونیہ اپنے سر پر چپت لگا کر اپنی جلد بازی پر متاسف ہوئی۔

شام کو زرش کی کال آ گئی۔ اس نے اسے فوراً اپنے پاس طلب کیا تھا۔

”یہ بندہ دن بدن میری برداشت سے باہر ہوتا جا رہا ہے۔“ زرش ہوئی وہ بے چین اور مضطرب سی نibel رہی تھی۔

”تم انکار بھی تو کر سکتی ہو۔“ ونیہ نے اس کی بے چینی پریشان کر رہی تھی۔

”انکار کا مطلب جھجھکتی ہو۔۔۔ بغیر کسی شک و شبہ کے اس کے دل میں میرے لیے بے اعتباری کا، کتنا چھپا جانا۔۔۔ جس کی چیخیں اس کو نہیں مجھے تھکیں۔ میں ہٹلا کر ڈالے لگی۔“

”تم دونوں کے دل میں ایک دوسرے کے لیے بہت شدت ہے مجھے اس سے کبھی کبھی بہت گھبراہٹ ہوتی ہے زرش۔“

”اور اچھی تو ان کے سخت خلاف ہیں..... امین اور مومن کو تو وہ اپنے سامنے رومنت سے زیادہ ہر داشت نہیں کرتے اور کہاں یہ کہ وہ دونوں ان سے تھیم کے لیے ہیلپ لینا چاہتے ہیں۔ یعنی

ایک ایسا کام کرنا چاہتے ہیں جس کی ان کے دل میں کوئی قدر و قیمت اور حیات تک نہیں ہے۔“

”مجبوری میں تو گدھے کو بھی باپ بنانا پڑتا ہے۔“ وجیہ: معلمین! انداز سے بونی توڑ دینا تسکینی۔

”یہ... تم گدھا اس کو گھر رہی ہو ہاں۔“ زرش نے گھبراہٹ میں کہا۔

”سوری..... میں یہاں لفظ (واجبی) کے لیے نہیں کہہ سکتی۔ میں نے تو ان دونوں کی مطلب پرستی کی۔“ (ادوی ہے۔ ان دونوں کی موقع پرستی کی مثال دی ہے۔“

”مجھے بتاؤ میں کیا کروں۔“

“انکار... صحاف انکار...”

”مجھے بتاؤ میں کیا کروں۔“
 ”اٹھنا۔۔۔ صاف اٹھنا۔۔۔“
 ”ہرگز نہیں۔۔۔ اس کی تو غیبتاں ہی نہیں۔“ زرش نے بے بسی سے ہاتھ ملے۔

”تم مومن بھائی سے ہمیشہ اس قدر خائف کیوں رہتی ہو۔۔۔ بھئی تو نہیں کہ تم سے پروا کر کے ہی چھوڑ دو۔۔۔ بیٹھ جاؤ۔۔۔ مل کر دونوں کچھ سوچتے ہیں۔“

"یہ بات میری طرح تم بھی اچھی طرح جانتی ہو اور وہ دونوں بھی جانتے ہیں کہ اس تخیل کے لیے وہ اتنی ان کی قطعی کوئی مدد نہیں کر سکتے کیوں کہ وہ ایسا کرنا ہی نہیں چاہیں گے۔ تم کو معلوم ہے

وہ ان سے کس طرح کا کام لینا چاہتے ہیں اور بااقتی ایسی باتوں کو..... ایسی چیزوں کو ایسے کام کو پسندیدگی کی نظروں سے نہیں دیکھتے۔ آج کل خمیڑ کے جو حالات چل رہے ہیں اسے دیکھ کر کوئی

.....جھی باضمیر آدمی.....

”مگر امین کو ظہر اپنے مقصد سے مطلب ہے اور میرا نہیں خیال کہ وہ واقعی ان کی مدد کے لیے خوشی خوشی راضی ہو جائیں مگر زرش کیا حرج ہے وہ واقعی سے بات کرنے میں..... کیا علوم امین ان کو قائل کرنے میں کامیاب ہو ہی جائے۔“

”اور اگر امین کو کامیابی نہ ہوئی تو..... پھر بھی میں ہی قصور وار ہوں گی، مومن کی نظر میں۔“ زرش نے اب اصل غرض ظاہر کیا۔

”ہاں..... یہ بھی تم ٹھیک کہہ رہی ہو..... مومن بھائی تو یہی سمجھیں گے کہ تم نے ”وہابی گود“ سے قائل کرنے کی علوم نہیں کوشش کی بھی ہے یا نہیں۔“

”حالاں کہ اس کی کسی بھی خوشی، کسی بھی خواہش کو پورا کرنے کی جس قدر میں جستجو.....“

زرش کی خام سے الجھے انداز میں شروع ہونے والی بات مکمل نہ ہو سکی۔ اس کا سیل فون چلنے لگا اور پھر بہت ہو اور اس وقت اس کی گود میں ہی تھا۔ زرش نے بات مکمل کیے بنا سیل فون کی جگہ کاٹنے والی اسکرین کو گھبرا کر دیکھا۔ اس کے سیل فون سے فٹنڈ وہ نفوس کی کال ہی اسے ریسیو ہوا کرتی تھی۔ ایک ونیڈ کی جو اس وقت اس کے سامنے بیٹھی تھی..... اور دوسری کس..... کس کی ہو سکتی ہے؟ زرش نے پریشانی سے ونیڈ کو دیکھا۔ ونیڈ کے چہرے پر بھی الجھن تھی۔ یہ کال کس کی تھی؟ اس سوال کا جواب ان دونوں کو ہی علوم تھا۔

”بات کرواں..... ونیڈ ہوئی۔“

”وہ..... رات سے بار بار مجھے فون کرتا رہا ہے اور اب پھر اس نے مجھے کال کیوں کی ہے؟“ زرش سچ سچ گھبراہٹ ہوئی تھی سیل فون اب ساکت تھا۔“

”وہ رات سے تمہیں کال کیوں کرتا رہا ہے، بھئی اب تک تو تم کو خود بھی پتہ چل چکا ہے۔“

”ہاں مجھے پتہ ہے وہ مجھے کیا کہے گا..... وہ مجھ سے کیا چاہتا ہے؟ میں یہ جانتی ہوں پر ونیڈ.....“ زرش کچھ کہتے کہتے چپ ہو گئی۔ اس کی گود میں ساکت ہونے والا موبائل ایک بار پھر متحرک ہو گیا تھا۔ زرش نے ہنڈا کے اس کی کال ریسیو کر لی۔

”کہاں تھیں تم.....؟ میں کب سے نرائی کر رہا ہوں۔“ مومن نے اس کی آواز سے بغیر ہی شکوہ کیا۔ اسے یقین تھا کہ اس کے ملاوہ کوئی اور اس کی کال ریسیو کر ہی نہیں سکتا۔
”وہ سوری..... میں بڑی تھی۔“ زرش نے معذرت کی۔

”ایسی بھی کیا مصروفیت یا..... جو نام میرا ہے، میں اس کے ملاوہ کو کبھی نہیں کال نہیں کرتا۔“
”جی میں باقی ہوں پر وہ اصل میں.....“

”کیا وہ..... میرے پاس اتنا وقت نہیں ہوتا کہ گھنٹوں بیٹھ کر تمہاری کال ریسیو کرنے کی دعا میں گزارا کر دوں۔“ اس کا انداز تیز تھا۔ وہ کافی پریشان لگ رہا تھا۔ شاید اس لیے زرش کو اس کی ماکواری اور چھین بری نہیں لگی۔

”سوری..... وہ اصل میں ونیز، آئی ٹی ہے، میں اس کے لیے کچھ ریفرنسز کا انتظام کر چکے ہیں میں آئی تھی۔“ وہاں سہجے ہیں ان کے کام کے خیال سے میں نے موبائل واہریشن پر رکھا ہے۔ اس لیے آپ کی کال.....“

”اوہو..... اچھا اچھا..... تو مجھے بتاؤ گی کچھ تو مجھے علوم ہو گا میں..... پھللا با سوری..... پھر میں آف کرنا ہوں گا۔“
”ارے نہیں نہیں آپ بات تو کریں.....“ زرش نے جلدی سے کہا۔

”نہیں میں پھر بات کروں گا..... بات نہ رہی ہے تم ابھی ونیز کو نام دو..... ہم پھر بات کریں گے کسی وقت..... تم ایسا کرو جب فارغ ہو تو مجھے میسج سینڈ کر دینا یا پھر مس کال دے دینا اور دیکھو بھول نہ جاؤ میں تمہارے فری ہونے کا انتظار کروں گا۔“

”پھر بھی آپ کچھ تو بتائیں ابھی..... کیا آپ ناراض ہیں مجھ سے۔“

”ارے..... نہیں بھئی..... تم سے مارا نہ ہو سکتا ہوں میں بھلا؟ جیسے تم میری مصروفیت کو سمجھتی ہو..... ویسے ہی مجھے بھی تمہاری مصروفیت کو سمجھنا چاہیے ماں؟“ ندھ جگرے لب و لہجے میں بولتے مومن نے ہنس کر اسے اپنے مارا نہ ہونے کا یقین دلایا تو وہ کچھ پر سکون ہو گئی۔

”او کے میں آف کرنا ہوں..... ٹیک کیے.....“ تو خود بھی شاید بہت مصروف تھا۔ اسی لیے جلدی جلدی بات تم کر کے آف کر چکا تھا۔
 ”کیا کہا.....؟“ ونیزہ نے بے چینی سے پوچھا۔

”جو میں نے کہا وہ تم سن ہی چکی ہو۔“

”اور جو اس نے کہا؟“

”وہ ابھی نہیں کہا۔“

”اور جب کہیں گے تو پلیز مجھ سے کچھ نہیں چھیلا۔ مجھے ضرور بتانا۔“

”پاگل ہو گئی ہو..... تم سے میں کیسے کچھ چھپا سکتی ہوں..... کوئی بھی بات تم میں بتائے بغیر میں کیسے رو سکتی ہوں؟“

”ہاں مجھے بھی یقین ہے۔“ ونیزہ اس کی سادگی پر مسکرا دی۔

”کاش اسے بھی میرا یقین آ جائے۔“ زرش نے سرفاؤ بھری۔

”اس کی ذات کی طرف سے گلہ نہ کرو بلکہ خود کو مضبوط کرو۔ کسی کی چابست کی قدر کرنا اچھی بات ہے مگر زرش کسی کی چابست میں عقل سے پیہل ہو کر بے بسی کی حد تک پاگل ہو جانا سراسر نقصان دہ ہوتا ہے۔“ ونیزہ نے جھجھکیا تو زرش نے کچھ مہوچ کر جھجھکی ملی۔

”مجھے نقصان سے بہت ڈر لگتا ہے۔۔۔۔۔ کیوں کہ میں نے زندگی میں پہلے ہی بہت نقصانات برداشت کیے ہیں۔۔۔۔۔ پہلے ہی بہت کچھ کھویا ہے میں نے۔۔۔۔۔ میں مومن کو کھو کر مرنے تو نہیں جاؤں گی پر وینہ۔۔۔۔۔ زندہ بھی نہیں رہوں گی۔“ معلوم نہیں کیوں اس سے کسی احساس نے اس لڑکی کی پکیں بھکدیں جو مضبوط اعصاب رکھنے والی بلند حوصلہ و بہادر تھی۔ وہ کوئی عام لڑکی نہ تھی۔ اس کی مضبوط قوت ارادی، معاملہ نمئی، سنجیدگی و برابری اور جرأت مندی اسے عام لڑکیوں سے کچھ مختلف اور منفرد ظاہر کرتی تھی۔ وہ سچ سچ ایک بہادر لڑکی تھی۔



”ٹھیک ہے مگر تمہیں یہ مشکل لگ رہا ہے تو چھوڑو۔۔۔۔۔ بس رہنے دو۔۔۔۔۔ تمہارا جی سے بات مت کرنا۔“

”آپ کو تو پتا ہے کہ دادا جی کو امین کا مزاج، اس کی سرگرمیاں پسند نہیں اگر وہ اچھے کچے ہاتھ نظر آتے ہیں تو دادا جی کو آپ سے بھی گلہ ہونے لگتا ہے۔“

”تم جانتی ہو امین میرا کزن ہی نہیں دوست بھی ہے۔ ہم دونوں ایک ہی گھر میں رہتے ہیں پچپن سے ساتھ پلے رہے ہیں۔ وہ ہر انسان نہیں ہے۔۔۔۔۔ کم از کم اتنا برا نہیں ہے جتنا دادا جی اسے سمجھتے ہیں۔“ مومن نے کہا تو وہ شانے اچکا کر رہ گئی۔

o o o o o

”میں اس معاملے میں قطعی طور پر مجبور ہوں کہ دادا جی کی سوچ کو بدل دوں۔“

”امین کے والدین نہیں چاہتے کہ وہ کسی بھی طرح خنجر کے کام کو شروع کرے۔ جو اس کے لیے ایک شغل کے علاوہ اور کچھ نہیں۔ امین بھی اپنے شوق سے مجبور ہے۔ اس نے مجھ سے مدد مانگی پر مجھے مئی ویدی نے اجازت نہیں دی۔ اس لیے میں نے امین کے مشورے پر تم سے مدد لینے کا فیصلہ کیا۔ میں تم کو مجبور نہیں کر سکتا کہ جو بھی میں تم سے چاہوں وہ تم مجھے دان کر دو۔ ہر انسان اپنی زندگی میں مختلف حد و درجہ کی وجہ سے مجبور ہوتا ہے۔“ مومن نے کہا تو زرش مسکرا دی۔ سرشاری اس کی روح تک سواہت کرنے لگی۔ وہ اس کی مجبوری کو سمجھتا تھا۔

”میں تمہاری مجبوریوں کو سمجھتا ہوں کیوں کہ مجھے تمہارا احساس ہے۔ تم ایک اچھی لڑکی ہو۔“ مومن نے بے اختیار اس کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں تھام لیا۔

”مومن! میں ہر وہ خوشی آپ کے قدموں میں رکھ دینا چاہتی ہوں جس کی آپ مجھ سے توقع کریں، پر میں کبھی ایسا نہ کر سکوں تو آپ مجھ سے بدگمان نہ ہوتا کیوں کہ کچھ مجبوریاں انسان کے ہاتھ پیر باندھ دیتی ہیں۔“ زرش نے اس کے لمس کو دل کی گہرائیوں تک محسوس کرتے ہوئے ہنسی سے کہا۔

”میری کوشش ہوئی کہ میں تمہیں زندگی میں ڈھیر ساری خوشیاں دوں۔ میری ذات سے تمہیں کوئی تکلیف نہ پہنچے۔ میں تمہیں بہت خوش رکھوں گا کیوں کہ تم میری خوشی ہو۔“ مومن نے اس کے ہاتھ پر دوسرا ہاتھ رکھ کر گرفت مضبوط کر دی۔ زرش کے کال دیکھے گئے۔ مومن کا بھاری مدھم مدھم دل دھڑکھڑکھتا رہتا تھا۔ پھر اس نے کہا: ”مومن! اس کو مومن کے اپنی زندگی میں بہت قیمتی ہونے کا احساس دلا رہی تھیں، جیسے اس کے ہاتھوں کی ذات بے معنی ہو۔“

”کل شام ونیز کی طرف آ جاؤ۔ ہم وہاں سے ایک بہت خوبصورت جگہ بنا دیں گے۔ ونیز! ابھی ہمارے ساتھ ہوئی۔ ڈونٹ وری اگر پھر بھی کوئی اہمہ اہم ہے تو بتاؤ۔“ مومن اس کی گنجائش کو فوراً محسوس کر کے ہوا۔

”نہیں۔۔۔ اگر ونیز ہمارے ساتھ ہوئی تو پھر مجھے کوئی اہمہ اہم نہیں۔“ زرش شرارت سے مسکرائی۔
 ”اور اگر ونیز ہمارے ساتھ نہ ہو تو؟“ مومن کا دل بھی شرارت پر آمادہ ہو گیا۔ زرش اس کے سنجیدگی سے کہے پہنچ رہی اندر پہنچا کر غور سے مومن کو دیکھنے لگی۔
 ”نہیں مومن۔۔۔ ایسا تو نہیں ہونا چاہیے۔“

”پاکل۔۔۔“ مومن نے ہنس کر اس کے دوسرے ہاتھ کو بھی تمام لیا۔ زرش جڑ بڑبڑانے لگی۔ مد مقابل کی بے باکی اسے سننے پر مجبور کرنے لگی۔ اس نے مومن کے ہاتھوں سے اپنے ہاتھ آزاد کرا لیے۔ مومن کے ہاتھ اس کے شانوں پر آ کر رک گئے۔ زرش کا دل دھڑک دھڑک رہا تھا۔ وہ کیا پاہتا تھا؟
 ”مومن پلیز۔۔۔“ زرش ہنسی سے منہ نہائی اور کسم کراپے شانوں سے اس کا ہاتھ ہٹا دیا۔

”کم آن..... ڈیئر..... ریلیکس تم اتنا گھبرا رہی ہو..... آخر کیوں؟“ وہ اپنی جگہ پر سکون اور مطمئن تھا۔ البتہ اس نے اپنے ہاتھ زرش کے شانوں سے ہٹا لیے تھے۔
 ”یہ..... یہ سب..... یہ سب ٹھیک نہیں ہے۔“ وہ ہچکچاتے ہوئے بولی۔

”کیا ٹھیک نہیں ہے..... بتاؤ..... میں تم کو دیر سا چھوڑتا ہوں تو تم ہمیشہ یہی کہتی ہو..... کیا ٹھیک نہیں ہے؟ کیا برائی نظر آتی ہے تمہیں میرے جذبات میں؟“

زرش اپنے آپ میں کچھ اور بھی گھبرا گئی۔ اس نے ہنسا کر اسے دیکھا۔ وہ بالکل سنجیدگی سے اپنے سوالوں کے جواب کے لیے ہنسنے لگا۔ بے ساختہ لب کا لٹی زرش نے بے بسی کے عالم میں لا جواب سی ہو کر سر جھٹکا لیا۔

”جب تم میرے جذبات پر ضبط کے بند باندھنا پارتی ہو تو معلوم نہیں کیوں مجھے تو چین محسوس ہوتی ہے۔“ وہ کہے بغیر بندھ گیا۔

”میرا مقصد آپ کی توہین کرنا نہیں۔ وہ تو بس..... میں..... مجھے.....“ زرش اپنی بات منگل نہ سکی۔

”کیا تمہیں میرے جذبات میں کوئی بناوٹ، کوئی کھوٹ محسوس ہوتا ہے؟“

”یہ بات نہیں.....“

”کیا تمہیں میری محبت پر کوئی شک ہے؟“

”نہیں..... میں نے یہ کب کہا..... میں نے کبھی آپ پر شک.....“

”تو پھر..... کیا سمجھتی ہو تم مجھے؟ میں کیسا انسان ہوں؟“

”آپ..... مومن..... آپ وہ..... آپ.....“ زرش بھلا کر رہ گئی۔

”کیا میں عیاش آدمی ہوں۔“ نوہ پہلے سے بھی زیادہ سخت الفاظ میں بولا۔

”مومن.....“ نذرش کو اس کے الفاظ نے حقیقتاً تڑپا دیا۔

”تو پھر ایسا کیوں ہے کہ تم میری ہر اسی قربت پر داشت کرنے کی روادار نہیں۔ تمہیں میرے ذرا سے چھونے پر برا کیوں لگتا ہے؟“

”ایسا..... ایسا.....“ تو کچھ نہیں۔“ وہ اپنے احساسات کو بکسر بھلا کر اس کے ظلو و تنائے اب و لہجے پر مڑا بہت کا شکار ہونے لگی۔

”لجھک ہے..... ایسا کرو کہ تم اچھی طرح سے سوچ لو کہ ایسا ہے یا نہیں۔ سچ سمجھ جاؤ تو پھر مجھے بتا دینا۔“ اس نے کہا اور پھر تیز قدموں سے واپس پلٹ گیا۔ وہ اپنی جگہ گم سم کھڑی رہی۔ اس کو پکارنے کا حوصلہ بھی اس کے اندر راپید ہو گیا تھا۔

نذرش خواب کی سی کیفیت میں تھی۔

”کیا مومن مجھ سے روٹھ کر گیا ہے؟ اس کی دلی کیفیت میں اچانک ہی واضح ساری افسردہ بھرنے لگی۔

”جو لوگ کسی سے محبت کرتے ہیں ان سے کبھی روٹھنا نہیں کرتے۔“ دلی ہی دل میں اس نے جیسے خود کو تسلی دی۔ اپنی بہت بڑھائی اور دل میں پھیلتی افسردہ کو ختم کرنا چاہا۔

”مومن مجھ سے محبت کرتا ہے..... وہ مجھ سے کیسے روٹھ سکتا ہے.....“

”مومن کو میری مجبوری کو بھی سمجھنا چاہیے کہ میں کیا چاہتی ہوں؟“ نوہ ابھی تک خود کو بھلانے میں مصروف تھی۔

”تم کیا چاہتی ہو؟“ اچانک اس کے دل کے سنسان گوشے سے ایک سوال گونجا اور معلوم نہیں کیوں اس کے اندر باہر دو در در تک گہرا سناٹا چھا گیا.....

آج وہ سب نور بی بی کی طرف اکٹھے ہوئے تھے۔ سرور اور خاور ایسی اولاد تھے جن کو ان کے والدین نے دن رات کی کوششوں کے بعد دنیا کی ہر نعمت، ہر سہولت سے مالا مال کیا تھا۔ خاندان میں ان دونوں کی مائی حیثیت سب سے زیادہ قابلِ رشک اور زبردست تھی۔ سرور کی شادی خاندان میں ہوئی تھی۔ ان کی ایک بیٹی اور ایک بیٹا تھا۔ خاور کی تین بیٹیاں اور دو بیٹے تھے۔ مومن، خاور کی دو بڑی بیٹیوں سے چھوٹا تھا۔ مومن کے بعد منور تھا۔ خاور کی شادی خاندان سے باہر ہوئی تھی۔

امین، مومن کا خالہ زاد تھا۔ امین کی والدہ مومن کے پاپا کی فرست کزن تھیں۔ نور بی بی خاور اور سرور کے تایا زاد کی بیوہ تھیں۔

زرش، نور بی بی کی مرحومہ نند کی اکلوتی اولاد تھی۔ زرش نے ہوش سنبھالتے ہی خود کو خاور کی پر شفیق ذات، مائیکہ (خاور کی بیوی) کی مبتلا بھری شفقت سے لے کر ۱۵ جی کے پڑھنے لکھنے سہارے کے حلقے میں پایا۔ اس حلقے میں نور بی بی، مینیہ، سمیت اس کی جنہیں، امین اور امین کے کچھ بچے افراد کی حیثیت بہت نمایاں اور مضبوط تھی۔ زرش کی زندگی میں بہت کچھ نہ تھا مگر بہت کچھ ایسا تھا کہ جس نے اس کی دیگر محرمیوں اور تنگدوستان بھری زندگی کے گزروں پہلوؤں پر ایک دبیز پردہ ڈال دیا تھا۔ مومن تھی۔ اور اس کی مومن زندگی میں مومن کا وہ جو اس کے اطمینان کو مکمل کرنے کے لیے کافی تھا۔ مومن کی پسندیدگی کے اولین دنوں کی بدلتی ہوئی نظریں یاد تھیں جن کی چمک اور پراسرار چمک اچانک زرش کے لیے معنی پر لگنے لگی تھی اور پھر آہستہ آہستہ دھیرے دھیرے ہولے ہولے وہ ان نظروں کے مضموم کی عادی ہوتی چلی گئی۔ اور زرش پر یہ انکشاف بھی جلد ہونے لگا کہ وہ بھی۔۔۔ جہاں وہ جو اسے پسند کرتا تھا، وہ بھی اسے پسند تھا۔ اس میں، اس کی شخصیت میں کوئی ایسی خامی، کوئی ایسی بات ہی نہ تھی کہ زرش یہ جاننے کے بعد بھی اسے نظر انداز یا پسند کرتی۔ وہ اسے بہت۔۔۔ بہت پسند بہت زیادہ پسند کرتا تھا۔ یہ بات زرش کو خود مومن سے پہلے اس کی پراسرار گہری گہری اماں کی راتوں جیسی کافی آنکھوں نے بتادی تھی اور اس پر یقین کے سارے مرحلوں کو طے کرنے میں زرش نے بہت زیادہ وقت نہیں لیا تھا بلکہ بہت کم عرصے میں اسے اس کا یقین آ گیا تھا کہ وہ کبھی اس کے اعتبار کو نہیں پہنچا سکتا ہے۔ وہ اس کے تجروے کو پہنچا توڑ کر رکھتا ہے۔ وہ اس کے یقین کو توڑ پھول کے اس کے جذبات کو پامال کر کے، اس کی ہستی کو پاش پاش کر سکتا ہے۔ زرش ایسا سوچ بھی نہ سکتی تھی۔

زرش کے دل میں میرے لیے کتنی جگہ ہے۔۔۔؟ مومن کا سوال بالکل واضح تھا پر امین لا جواب سا ہو کر چپ رہا۔

”میرے دل میں زرش کے لیے بہت جگہ ہے۔۔۔ وہ وہ مقام کوئی دوسری تیسری یا آخری لڑکی نہیں لے سکتی۔ وہ میری زندگی میں آنے والی پہلی لڑکی ہے، آخری۔ پر جس انداز سے میری زندگی میں وہ داخل ہوئی اس طرح کوئی اور لڑکی میری زندگی، میری سانسوں، میری دھڑکنوں کا حصہ نہ بنی ہے نہ ہوگی جسے نہ ہوگی۔ وہ بہت ذہین مگر سادہ ہے۔ مجھے اس کی سادگی بہت عام ہی لگتی ہے مگر کتنی عجیب بات ہے کہ مجھے بہت خاص لگتی ہے۔ اس زمانے میں معاشرتی بناوٹ و تصنع، نفسی تیزی سے پر وان چڑھ رہی ہے اور دن بدن اس میں اضافہ ہی ہوتا چلا جا رہا ہے۔ پہلے مجھے اس کی سادگی تیرے ان کرتی تھی۔ میں اکثر سوچتا کہ کیا ضرورت ہے اس قدر سادگی کی عمیق دیر سے دیر سے میری اس تیرے اتنی نے کب پسندیدگی کا لہا دہا کر دیا یہ مجھے معلوم ہی نہیں ہوا۔۔۔؟“

ہاں مگر میری زندگی کے وہ ایام لطافتوں، صداقتوں سے بھر پور تھے۔ جب میں نے ہر جگہ یہ مقام پر اس کے خیال کو۔۔۔ اس کے مازک خیال کو خوبصورت یا دہن گراہی ثبات کا حصہ بننے محسوس کیا اور میں نے سوچنا شروع کیا کہ اگر زرش ہمیشہ ہمیشہ کے لیے میری ہو جائے تو یہ کتنی خوبصورت لگے پاتے ہوئی اور یہ سوچ اتنی مضبوط اور قوی تھی کہ اس کی بدولت آج زرش میری خواہشوں کے سب سے وسیع دائرے میں ہے۔

”تمہاری ان سب باتوں میں سرٹوشی کے ساتھ بیان دیکھا اضطراب اب کیوں چھٹا ہوا ہے؟“ امین کافی دیر کے بعد بولنے کے قابل ہوا۔

”میں سوچتا ہوں کہ شاید میں نے زرش سے پسندیدگی کا اظہار کرنے میں غلطی سے کام لیا۔ مجھے اس کے سامنے اظہار کے معاملے میں جلدی نہیں کرنی چاہیے تھی۔ پہلے مجھے اس کے دل میں اپنی قدر و قیمت، زرش کی پسندیدگی یا اہمیت کا اندازہ کر لینا چاہیے تھا۔“

”مومن کیا بات ہے؟ کیا تمہاری زرش سے کوئی ان بن ہوئی ہے؟“ امین نے پوچھا تو اس نے سر کوٹھنی میں جنبش دیتے ہوئے اپنے بالوں پر ہاتھ پھیرے۔ اب بھی اس کے انداز میں

اظہار ریت اور بے چینی ظاہر ہو رہی تھی۔ وہ امن کی بات کے جواب میں کہہ رہا تھا۔

”نہیں..... وہ اس بات کا موقع آنے نہیں دیتی۔ نہ وہ کبھی میرے سامنے خود کو بہت خاص یا اہم چیز بنا کر اپنی اہمیت میں خواہ مخواہ اضافہ کرنے کی کوشش کرتی ہے اور نہ ہی آج تک اس نے میری شخصیت کی کبھی کسی موزا یا کسی بھی طور پر نفی کرنے کا کوئی بے ڈھنگا مظاہرہ کیا۔ یہ بات یہ ہے کہ آج تک میں نے اسے کسی غلط بات پر براہم ہوتے دیکھا ہے، نہ وہ کبھی مجھ سے میری کسی کوتاہی پر پھٹن ہوتی ہے، وہ..... کس قسم کی لڑکی ہے یا؟“

”کیا تمہیں اس کی فطرت اس کے انداز یا مزاج پر کوئی امیہ اٹھ رہی ہے۔ وہ جس بھی قسم کی لڑکی ہے تمہیں اس کی قسم پر کیا امیہ اٹھ رہی ہے؟“ امین اسے سمجھاتے سمجھاتے پوچھتا ہے۔

”وہ ایسی کیوں ہے؟“ امین کی قلبی و ذہنی الجھن اس کے لفظوں سے چپک رہی تھی۔ وہ اپیل کیوں کرتی ہے، اکثر اس کا رد عمل اس کا انداز یا اس کی باتیں میرے لیے ناقابل قبول ہوتی ہیں۔ میں ان میں کبھی بہت زیادہ مسنوی پن محسوس کرتا ہوں۔“

”کیسا رد عمل، کیسا انداز، کیسی باتیں؟“ امین نے دریافت کیا۔

”ایسی باتیں، ایسا انداز اور ایسا رد عمل کہ جیسے اسے میری کسی بھی درست یا غلط بات پر کوئی خوشی یا رنج یا امیہ اٹھ رہی ہو۔ صرف میری وجہ سے ہوتا ہے اگر میں نہ ہوں تو اسے ان باتوں کے ہونے نہ ہونے اور ان کے درست یا غلط ہونے سے کوئی دلچسپی نہیں ہوتی۔ ایسا انداز کہ جس میں بہر صورت میرے لیے گرم جوشی ہوتی ہے۔ میرا کوئی انداز اسے زحمت نہیں کرتا۔ جو باتیں مجھے بری لگتی ہیں وہ بھی ان کو برا کہتی ہے۔ جس بات کو میں درست کہوں وہ بھی میری بات میں ہاں ملانے کی سعی کرنے لگتی ہے۔ حتیٰ کہ میرے رد عمل تک کو وہ چپانے کا مظاہرہ کرتی دکھائی دیتی ہے۔ یعنی میں کہوں دن تو وہ کہتی ہے دن۔ میں کہوں رات تو وہ کہتی ہے رات۔ جیسے اس کی اپنی کوئی مرضی نہیں۔ جیسے اس کی اپنی کوئی خوشی یا خواہش نہیں۔“

”دنیا میں ایسا کوئی انسان نہیں ہو سکتا جس کی کوئی خوشی، خواہش یا جس کی کوئی من مرضی نہ ہو۔“ امین نے اس کی اس رائے سے اتفاق نہیں کیا۔
”ہاں مگر وہ تو ایسی ہی لگتی ہے۔“

”اے یار..... وہ تیری طرح الو کی دم نہیں ہے، بہت سمجھدار لڑکی ہے۔“

”سمجھدار ہوتی تو وہ دادا جان کو تمہاری سیلپ کے لیے ضرور قائل کر لیتی۔ یہی سوچ کر تمہاری سیلپ کا تھکنا میں نے اس سے کیا تھا۔“

”اچھی تم کہہ رہے تھے کہ وہ تمہیں اس لیے عجیب لگتی ہے کہ اس نے تمہاری کسی بات کی نفی نہیں کی۔“ امین بولا تو مومن نے ایک گہری سانس کے ساتھ کہا۔

”میں نے یہ نہیں کہا کہ اس نے میری کسی بات کی بھی نفی نہیں کی۔ میں نے تو یہ کہا کہ اس نے کبھی میری شخصیت کی، میری ذات کی نفی نہیں کی۔ ذات یا شخصیت کی نفی کرنے میں اور کسی بات کی نفی کرنے میں بہت فرق ہوتا ہے۔“

”اچھا اب یہ جی بتا دو کہ آخر وہ تمہاری کون سی بات کی نفی کرتی ہے۔“ امین کا چہرہ مسکراتا ہوا تھا۔

”اسے میری پروا ہوتی ہے اچھی نہیں لگتی جس میں اس کے لیے میری پابست سے لبریز جذبات ہوں۔“ اس نے ہنسنے لگا۔ امین کی مسکراہٹ ختم ہو گئی۔

”اسے میری پابست کی جبر پر شدت اچھی نہیں لگتی۔ میرا دل، میرا ہر پیارا بجز احساس جو اس کی پابست میں میرے دل کے تمام گداز گوشوں سے پھونکتا ہے شاید..... نہیں شاید نہیں..... بلکہ بالکل اسی سے وہ احساس بے معنی، بے وقعت اور فضول اور غیر اہم لگتا ہے۔“ مومن بہت غصے اور دھچکے لہجے میں بتا رہا تھا اور امین کی مسکراہٹ ہستہ ہستہ معدوم ہو رہی تھی۔ وہ اب بھی نظروں سے اس کے ماتھے، اس کی آنکھوں، اس کے گداز اور اس کے لب و لہجے کی الجھن کو کھنتے اور محسوس کرتے ہوئے اس کی ایک ایک بات پر غور کر رہا تھا۔
”ایسا کیسے ممکن ہے۔ ہو سکتا ہے کہ یہ سب تمہارا وہم ہو۔ مومن کی بات ابھی جاری تھی کہ امین بے چین ہو کر کچھ میں ہی بول پڑا۔“

”اوہو..... آپ لوگ یہاں ہیں۔“ راحمان دونوں کو ڈھونڈتی ادھر آ رہی تھی۔ لگتا تھا کہ وہ کافی دیر سے انہیں کو تلاش کر رہی تھی کیونکہ اس کے اثرات میں جھنجلاہٹ تھی۔

”وہ..... اندر کافی سیریس سیاسی ماحول پر ہزاروں کے درمیان ڈسکس ہو رہا تھا تو میں نے مومن کو کہا کہ کچھ دیر ادھر کی ٹھنڈی ہواؤں اور فضاؤں کا لطف ہی وہ بالا لیا جائے۔“ حسب عادت امین راحمہ کو دیکھ کر چپک اٹھا۔ اس کے دل کی کلی راحمہ کو دیکھ کر کھل جاتی تھی۔ اس وقت بھی اس کو اپنا باطن تک مشکبارہ بننا محسوس ہوا۔ امین کی بامعنی مسکراہٹ نے مومن کو بھی بے ساختہ مسکرائے پر مجبور کر دیا۔

”تو پھر کیا کر لیا لطف وہ بالا لیا ابھی اور.....“ وہ اپنی مہمن میں مہمن یوں ہی جھنجلاہٹ ہی ہوتی ان دونوں کے قریب آ کر رگ گئی۔

”ہاں، ہاں..... کر لیا..... کر لیا..... ابھی..... تمہارے آتے ہی.....“ امین کی مسکراہٹوں میں معنی خیزی گہری ہو رہی تھی۔

”مطلب تو..... تم اس سے پوچھو۔“ امین مومن کو آگے کر کے ٹوہ وہاں سے پلک جھپکے میں چاہا۔ راحمہ سے اندر جاتے دیکھتی اور گورتی رہی۔ مومن نے کھنکھار کے اسے اپنی طرف متوجہ کیا۔

”یہی کچھ لازم ہے کہ آج سب لوگ یہاں کیوں اکٹھے ہوئے ہیں..... کیا کوئی خاص وجہ.....“ مومن پوچھ رہا تھا۔

”ہاں ماں مومن بھیا..... آج ماما نے اسرار اور زارا آپ کی شادی کی فائل ڈیٹ فکس کرنے کے سلسلے میں سب کو نوایٹ کیا ہے..... کیا آپ کو آئی نے اس بارے میں کچھ نہیں بتایا؟ راحمہ نے حیرت کا اظہار کیا کیونکہ سب سے پہلے مومن کے گھر اس بارے میں مطلع کیا گیا تھا۔

”اوہ..... ہاں..... میں بھی کیسا بھلکھو ہوں ابھی تین روز قبل ہی تو میں نے مجھے بتایا تھا۔ پلو، پلو..... میرے خیال میں ہمیں جلدی اندر جانا چاہیے یہ تو بہت خوشی کا موقع ہے۔ میرے ذہن سے تو یہ بات نکل ہی گئی تھی۔“ مومن نے اس کے سر کو تھپکا کر اس کے ساتھ اندر کی جانب قدم بڑھائے۔ اندر کا شجیدگی سے بوجھل کچھ دیر پہلے والا ماحول اب سب کی ہنسی، مسکراہٹ، پر جوش

باتوں کے زیر اثر بہت خوشگوار اور ہلکا چھلکا پر سکون ہو گیا تھا۔ اسرار اور زارا کی ایک ساتھ شادی کا خوبصورت پروگرام ٹے پلایا جا چکا تھا۔ نور بی بی سب سے زیادہ پرسکون اور خوش نظر آ رہی تھیں۔ سب کی مبارک باد کے شور میں اسرار اور زارا بھی جھینپ جھینپ کر مسکرا رہی تھیں۔

”بہت بہت مبارک ہو میری طرف سے بھی۔“ مومن نے بھی ان سب کے درمیان شامل ہوتے ہی خود کو ان کی اس بحر پر خوشی کا حصہ بنایا۔

”سب سے پہلے کر مبارک دینے والے سب سے آخر میں پہنچ ہی گئے۔ کچھوں کی پال چلتے چلتے۔“ اسرار نے اس کی بے خبری کی خبر لی۔ وہ کسیا کر سر کھچاتا خفیف سا ہنسا پھرا جواب سا ہو کر مسکراتا رہا مگر بس بے چارگی کے سے انداز سے اس نے مٹانے اچکا ہے تھا اس پر سارے مسکرا دیے اور سب کے چہرے خوشگوار مٹھی سے کلکلا اٹھے۔ تمام بزرگ اور نوجوان پارٹی غیر محسوس انداز سے دو الگ ٹولیوں میں تقسیم ہو رہے تھے۔ زرش کو اتفاقاً مومن کے بالکل پاس جگہ میسر آئی۔ جسے اس اتفاق نے دل ہی دل میں بہت پر سکون کیا۔ اس کے ہر گوشے سے مومن کی قربت کے احساس سے خوشگوار تپ پھوٹ رہی تھی۔ وہ سب بزرگوں کے احاطہ میں کھڑے تھے۔ بزرگ جو ایک دوسرے کو مبارکباد دینے میں مصروف، پرجوش سے ایک دوسرے کے گلے لگنے لگنے کے لیے کھڑے ہو گئے تھے۔ اب دوبارہ اپنی اپنی نشست سنبھال رہے تھے۔ سب بزرگوں کے بیچھے کے بعد وہ سب بھی اپنی اپنی جگہ براہمن ہو گئے۔ زرش اور مومن کی ایک ہی صوفی پر جگہ بنی۔ جبکہ امین نے تاؤ کر احمد کے عین برابر والی جگہ سنبھالی۔ مومن نے محسوس کرتے ہی مٹنی خیز انداز میں گلا کھٹکا کر امین کو گہری نظروں سے چھیڑنے والے انداز میں دیکھا۔

”کدھا... الوکی دم...“ امین جب اسے پتا واڑ نہیں لتا کہ کتنا تھا تو حسبِ عادت دل ہی دل میں کڑھتا نہ دھرتا۔

اس وقت بھی اس نے دل ہی دل میں اسے کوسا اور خاموش دماغ کے طور پر اپنی آنکھوں سے مومن کو زرش کی طرف متوجہ کیا اور اپنی کوشش میں اسے کافی کامیابی ہوئی کیونکہ مومن ہر بات سے مارا گر دئے، بے خبر اور بے نیاز ہو کر زرش کے سراپے میں الجھ کر رہ گیا تھا۔

مومن نے دیکھا، وہ بھی بہت خوش نظر آ رہی تھی۔ خوشی اس کے رخساروں سے چمکتی شفق کی صورت میں پھوٹ رہی تھی۔ مازک ہونٹوں پر مسکراہٹوں کی نرم مازک کلیاں بے خودی سے چمکنی جا

رہی تھیں۔ گھٹی پلکوں کی سیاہ بارہ کے نیچے ندانی آنکھیں مسکرا رہی تھیں۔ وہ اس وقت آتشی کاہنی اور فیروزی رنگ کے کاٹن کے سوٹ میں مارک بڑا زہ پھول کی مانند کھل رہی تھی۔ سوٹ سے ہم رنگ دو پہیہ سلیقے سے شانوں پر سنبھالے وہ ڈارا کی کسی شوخ بات پر دھیمی سی ہنسی کے ساتھ مومن کو اپنی زندگی کا سب سے خاص اور اہم جزو محسوس کر رہی تھی۔

”ہاں رشتے تو اچھے اچھے رہے ہیں زرش بی بی کے لیے عمر میں اس کے لیے بہت سوچ سمجھ کر فیصلہ کرنا چاہتا ہوں۔ میری بیٹی ساری زندگی خوش اور مطمئن رہے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ میں اچھی طرح سوچ سمجھ کر تمام فیصلے کروں اور اس سلسلے میں مجھے آپ سب کی بھی مدد و کارروائی۔“ نصیر علی (دادا جان) کی آواز نے پھولوں کی طرح ہنستی مسکراتی زرش کے چہرے سے تمام تر خوشی نونقہ کو اس کا سرور و دل دھڑکا دیا۔ سب لوگوں کی آوازوں کے ملے جلے شور میں بھی اس نے دادا جان کی آواز بالکل واضح سنی۔ زرش نے گہرا کھجور سی بی دور اپنے پہلو میں بیٹھے مومن کو دیکھا۔ مومن اسی کو تک رہا تھا۔ مومن بھی دادا کی جان کی آواز سن چکا تھا۔ ابھی مسکرا کر دیکھا۔

”دادا جان... تمہارے لیے بہت فکر مند ہو رہے ہیں آج کل۔“ مومن نکلا ”دادا جان“ پر پہنچتے ہوئے ہی عین زرش سے ہی مخاطب تھا۔ زرش نے گہرا کھجور سی بی آس پاس بیٹھے لوگوں کو دیکھا۔ سب ایک دوسرے سے باتوں کے دوران مصروف، مسکرا اور چہک رہے تھے۔ زرش نے قریب لڑکھان مومن کے چہرے کی سمت نکلا دیکھی جواب اسی کو دیکھ رہا تھا۔

”دادا جان کو واقعی میری شادی کی فکر ہے۔ وہ جلد ہی میرے ہاتھ پیلے کرنا چاہتے ہیں۔“ زرش سنبھل اور بچھڑھڑا کر کہی۔

”جلدی تو مجھے بھی ہے... میں بھی چاہتا ہوں کہ تمہارے ہاتھ جلدی پیلے کر دوں۔“ یہاں تک کہ خوشگوار ریت کا اثر تھا جو مومن کو شوخ بنا رہا تھا۔ اس کی شوخ گہری نظروں اور مدھلے لہجے نے زرش کو شہنائی پر مجبور کر دیا۔ وہ یکدم گرتے ہوئے بالوں سمیت نظر چھائی، پلکیں جھپکائی۔ مومن اپنے اندر چھپتی پر اسرار ریت کے حلقے میں مقید رہتے ہوئے بظاہر بے سکون سا ہو کر زرش کو تکتا رہا۔ وہ اب نظروں کے ساتھ ساتھ چہرہ بھی مخالف سمت میں پھیرے لگاتے ہوئے غرضی تھی۔ پر مومن اس کے چہرے پر گہری حیا کی شفق کے سارے رنگوں میں مکمل گھسرتی اپنی تصویر کا گہرا عکس بآسانی دیکھ سکتا تھا۔



امین آج صبح ہی صبح ماشین کر کے مومن کے کمر کے حصے کی طرف چلا آیا۔ سہرا اور خاور دونوں اپنی فیملی کے ساتھ اکٹھے رہتے تھے۔ ایک ہی کوٹھی میں مگر اندر سے یہ کوٹھی دو حصوں میں تقسیم تھی اور یوں یہ دونوں فیملیز مل جل کر باہر سے بظاہر ایک ہی نظر آنے والی کوٹھی میں زندگی بہت پر سکون اور قابل رشک گزار رہی تھیں۔

”صبح بخیر..... امین بھائی۔“ مومن کے کمر کے لان تک پہنچتے ہی امین کا سامنا منور سے ہوا جو ابھی اجی اندر سے نکلا تھا اور اس کے ہاتھ میں بیٹ بال تھا۔ اس کی ٹیم کا یہی فائنل میچ تھا۔ وہ خاصی جلدی میں اور پر جوش دکھائی دے رہا تھا۔ لان کے قریب تنگی تنگی پر پلنگ رکھ کر وہ اپنے جوگر کے تھے دوبارہ کھول کر کس رہا تھا۔ امین کو دیکھتے ہی وہ مسکرایا۔ امین بھی دور سے مسکرایا۔

”صبح بخیر..... صبح بخیر۔“ بوائے کدھر کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔ لگتا جتنا پھر چچا کے چھلے اڑانے جا رہے ہو۔“ اس کے قریب آتا امین بھی مسکرایا اس کے منور سے بالوں پر ہاتھ مار کر بال بکھیر ڈالے دوسرے ہاتھ سے اس کی پیٹھ کو تھپکا۔

”ایسے ہمارے چھلے ہی نہیں دکھیں بھی اڑانے جا رہے ہوں۔“ منور بولا۔

”اور..... ہاتھوں کے مٹوئے کب اڑاؤ گے میری جان.....؟“ امین نے میچ کے سہارے کمرے بیٹ کو اٹھا کر فضا میں ہوائی شارٹ اگایا۔

”سوری بگ ہر اور یہ تو آپ کا کام ہے۔“ سوال سال منور شارٹ سے کلکٹلایا۔

”شباباش..... بچے ہو مگر سچے ہو..... بہت خوب، بہت خوب۔“ امین نے ایک بار پھر فضا میں شارٹ اگایا۔

”مومن کدھر ہے؟“ امین نے بیٹ کو واپس وہیں رکھ دیا جہاں سے اٹھایا تھا۔

”اندر۔“ منور اب دوسرے جوگر کے تھے سمجھتے کر باندھنے کے بعد سیدھا کھڑا ہو رہا تھا۔ امین کے سوال کا اس نے مختصر جواب دیا۔

”خالونمبر ون اور خالونمبر نو کہاں ہیں؟“ امین نے مزید پوچھا۔

”باہر۔“ منور اس کے روائی سے پوچھے گئے سوال کا جواب روائی سے دیتا، نیٹ بال اٹھا کے یہ جا اور وہ جا۔

امین مسکراتا ہوا انداز گیا۔ اندر کافی لمپل تھی پتہ چلا کہ دونوں ٹیمیں کے افراد کو ٹی میں اکٹھے ہیں اور سٹوے کی چھٹی کے باعث کمر پر موجود تھے۔ سرور اور خالو اس کے آنے سے پہلے ہی باہر گئے تھے۔ مومن اسے خفیہ خال کے قہقہے چڑھتے دکھائی دے گیا۔ وہ مجبور سا بیٹھا مٹھتے میں مصروف تھا۔

”آپ میری بات کیوں نہیں سمجھتیں مئی..... یہ عمر بھر کے فیصلے ہوتے ہیں بہا تھی جلد بازی اچھی نہیں ہوتی ابھی تو مایا ب آپنی کی شادی کی ہے حکمن بھی نہیں اتری اور آپ.....“

”ایک سال ہونے کو آیا ہے مایا ب کی شادی کو آٹھ کرب اترے ئی تمہاری حکمن..... چھ اس کے کمر ما گرم پر اسے پالیت میں رکھتی خفیہ کا موڈ سخت خراب تھا۔

”ابھی تو آپ براہم ہر بائی غور ہوا ئی اور عمر م کی فکر کریں۔ میرے چچے کیوں باتھ دھو کر چا گئی ہیں، آپ سب لوگ.....“ مومن نے مایا ب انداز میں باتھ ہول سے اسی پل امین پر اس کی نظر

پڑی۔

”کیا ہو رہا ہے؟“ پتا ہوا زیندہ سلام جمال نے کے بعد اس نے اکتانے بیٹھے مومن کے کندھے پر ہاتھ مارا۔

”غضب ہو رہا ہے..... غرورہ آپنی..... سمرہ..... چائے ٹھنڈی ہو گئی ہے۔“ مومن نے امین کے سوال کا جواب دیتے ہی بہنوں کو بیک وقت پکارا۔ خفیہ خال جو سپوت کو گھور رہی تھیں، براہی

سے پوئیں۔

”کیا مطلب ہے، غضب کیسا.....؟ تمہاری شادی کی بات کی ہے میں نے۔ امین ماثتہ کرو بیٹا تم بھی۔“ خفیہ نے اسے بھی اس کے ساتھ بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

”اوہو..... اوہو..... تو یہاں اس کی لگامیں کسے کا پر وگرام اسٹج کرنے کا ڈر تھر تھر چھڑا ہوا ہے۔ اسی لیے یہ اتنا چڑا ہوا ہے۔“ امین نے اس کی بے بسی کا پورا مزہ لیا اور اس کے براہم والی چیز پر

بیٹھ گیا۔

”نور بی بی کی تیسرے سے ساری دنیاں سٹاوی کے اُلٹت ہیں اور سب ہی سلیقہ مند، نیک اور پیاری بچیاں ہیں۔ نرارا اور اسارا کا رشتہ طے ہو چکا ہے، جلد ہی ونیزہ اور راحمہ کے لیے بھی وہ کوئی اچھا رشتہ دیکھ کر ہاں کر دیں گی۔ نرارا مجھے تمہارے لیے پُنتہ تھی مگر تھیں اب وہ جہاں رہے سکھی رہے۔ میری تو یہی دعا ہے۔ اسارا تم سے تین چار سال بڑی تھی مگر ونیزہ اور راحمہ کے لیے تو سوچا جاسکتا ہے، وہ دونوں بھی بہت پیاری بچیاں ہیں۔“ ضیفہ کا تبصرہ جاری تھا اور امین پرانے پر ہاتھ صاف کرتا سر ہلانے جا رہا تھا۔

”تو پھر راحمہ کے لیے سوچ لو۔“ ضیفہ بولیں تو امین کا دل غوطہ کھا گیا۔ یہ شدید کھانسی کا دورہ پڑ گیا۔ وہ جو پہلے مومن کی بے بسی سے دھکا کھاتا، نور بی بی کے تبصرے پر سر کوٹا نیری انداز میں ہلانے جا رہا تھا۔ اب کھانسی چلا جا رہا تھا اور یہ کھانسی مصروف تھی۔ پتہ نہیں پڑا کچھ اور آئندہ کا نوہ نہاں کہاں تک کے اس کے علق سے آگے اڑا تھا۔ اس کی آنکھیں پانیوں سے جھلجھلا اٹھیں۔ ضیفہ سب باتیں بھول کر اس کو پانی کا گلاس پکڑنے جھک گئیں۔ البتہ مومن کو بڑی تنگی کی حالت تھی۔ امین کی حالت نے اسے بہت مزہ دیا۔ جب امین کی کچھ حالت سنبھلی تو مومن مسکرا دیا۔

”ہاں راحمہ بہت پیاری لڑکی ہے۔“ مومن کہہ رہا تھا۔ امین نے اسے گھورا۔

”مگر راحمہ تو..... وہ تو بہت تیز لڑکی ہے خالہ جان۔“ امین مومن کی مسکراہٹ سے غم کے ضیفہ سے مخاطب ہوا۔ اس کے لہجے میں نیچہ کی پوری جذبہ کی تڑپ کو مومن بآسانی محسوس کر رہا تھا۔

”کوئی تیز نہیں..... وہ تو بہت ذہین لڑکی ہے۔“ ضیفہ تمام معاملے سے انجان سی دوبارہ مومن کی طرف پر امید نظروں سے دیکھ رہی تھیں۔ ان کے سامنے گرما گرم پائے کا گم رکھتی غزوہ بھی

مشفکری امین کو دیکھ رہی تھی۔

”مگر وہ بہت بد دماغ لڑکی ہے۔“ امین اندر ہی اندر بل کھا رہا تھا۔

”اوفوہ..... تو اس کا دماغ کب ٹھکانے پر ہوتا ہے اور..... اور تم..... سے انہی چیزیں نہ پڑھایا کرو۔ تم نے ہی اس کا دماغ خراب کر رکھا ہے۔“

”جی ہاں..... میری ماما کا بھی اس کے بارے میں میرے لیے یہی خیال ہے مگر میں سوچ سمجھ کر بائبل کھچ کر رہا ہوں..... راحمہ بہت تیز طرار ہے دماغ لڑکی ہے خالہ جان۔“

”اوفوہ تم دھیان سے ناشتہ تو کرو پہلے۔“ غزوہ نے اسے پھر شروع ہوتے دیکھ کر ڈبٹا اور خالی برتن ٹیبل سے اٹھانے لگی۔

”تو خیر ہے یا تمہیں کیا امتحان ہے اس پر؟“ مومن مسکرا رہا تھا۔

”وہ ہے ہاں..... امتحان امتحان ہے..... امتحان امتحان کیوں نہیں۔“ ایمین یکدم ہی بہت ہلکا گیا تھا۔

”سوچ لو اچھی طرح..... کیا واقعی تمہیں امتحان ہے اس پر؟“ مومن نے اس کی تھک چھوٹوں میں جھانک کر معنی خیزی سے پوچھا اور لمحے کے ہزارویں حصے میں ایمین کو اس کی شرارت سمجھ آ گئی۔

وہ پل میں ہی پرسکون ہونے لگا۔ اس کے لب آپ ہی آپ مسکرانے لگے۔ دل نہ من کا منوں ہونے لگا۔

”نہیں..... مجھے کوئی امتحان نہیں۔“ ایمین پرسکون سا بولا۔ حنیفہ نے ایمین کو ایسی نظروں سے دیکھا جیسے اس کی دماغی حالت خراب ہونے کا اندیشہ لاحق ہو گیا ہو۔

”پہ..... مجھے تو امتحان ہے۔“ مومن گن ماکہ رہا تھا۔

”خبردار کوئی فٹنل بات نہیں..... جب مجھ اس پر امتحان نہیں تو پھر تم کون ہوتے ہو امتحان امتحان کرنے والے۔“ ایمین نے اسے آنکھیں دکھائیں۔

”یہاں میری شادی کی بات ہو رہی تھی۔“ مومن نے یاد دلایا آقا مین بہت برا بھلا تھا۔ اس کی حالت نے مومن کو بہت لطف دیا۔

”آف تو بہ..... ایک تو لڑکے..... یہ کیا امتحان امتحان کی رٹ شروع کر دی ہے تم دونوں نے۔“ حنیفہ کھچ پکڑا گئیں۔

”مجھے راحمہ کے لیے کوئی امتحان نہیں میں تو بس یہی کہنا چاہتا ہوں۔“ ایمین نے جلدی سے کہا۔

”پر مجھے افسوس ہے کیوں کہ وہ تیرا اور راحہ دونوں کو میں نے دل سے لگی بہنوں جیسی جگہ دی ہے، بالکل افسار اور زار کی طرح۔“ مومن نے امین کو مزید نہ ستانے کے خیال سے واضح بات کی تو امین کی بو جھل سانسیں بحال ہونے لگیں۔ ”مدحہ، الو کی دم۔“ امین نے آنکھوں میں آنکھوں میں سے گھور کے دل ہی دل میں کوہا ہوا آج اسے لٹیک ٹھاک ہر اس کا کر گیا تھا۔ وہ پر سکون ہو گیا۔ حقیقت بھی مطمئن ہو گئیں۔

”تو ٹھیک ہے۔۔۔ آئندہ میں ان دونوں کی بات تم سے نہیں کروں گی۔۔۔۔۔ زرش۔۔۔ ہاں زرش جی تو کتنی پیاری لڑکی ہے۔۔۔ تمہارے پایا کو تو بہت ہی پسند ہے۔ وہ اکثر مجھ سے تمہارے لیے زرش کی بات کرتے رہتے ہیں۔“

”جی جی..... خالہ جان..... زورش تو بہت ہی نرم و مست ہے ان دونوں کی جوڑنی فطرتاً ہی بہت نرم ہے۔“ امین چمک رہا تھا۔ حنیفہ فخر یہ مسکرا دیں۔
 ”اب بولو..... اب کیا کہتے ہو زورش کے بارے میں؟“

”اب بولو..... اب کیا کہتے ہو زرش کے بارے میں؟“

”اے بچہ کیا کہے گا خالد جان..... ایک ہم گھامز ہے یہ۔ آپ تو جانتی ہیں اسے بچپن سے۔ میرا ملاکچہ چھاس کے بچپن سے۔“

”کیوں مومن... تم بھی تو کچھ بولو... نذرش کے لیے تو سو پا جا سکتا ہے۔“ مومن کی گہری چپ نے ایک بار کچھ خلیفہ کی آس بندھائی۔

”آپ فی الحال... اس مومن کو نہیں کلوزر بنے دیں مٹی۔ میں کہیں بھاگائیں جا رہا۔ جو جائے گی شادی جی۔“ جتنے پر سکون انداز سے زرش کاہن کران کے درمیان میں آیا تھا۔ اس نے کہیں زیادہ بے سکونی اور اضطراب سے مومن کے دل پر غلبہ پایا تھا۔ ضیفہ تو ایک گہری سانس کے ساتھ سر ہاتھوں میں پکڑ کر رہ گئیں جب کہ امین کی متکرا بات یکدم ہم تو رہ گئی۔ اس نے بہت حیرت سے مومن کو دیکھا۔ زرش کے ہر کرنے مومن کے تاثرات میں خوشی کا کوئی رنگ نہ کچھ تھا۔ امین شدت سے لٹھک کر چوک گیا۔ اس نے غور سے مومن کو دیکھا۔ وہ چائے کا گلاس خالی کرتے ہی وہاں سے اٹھ گیا۔

مومن کے چہرے کے ثمرات پاٹ تھے۔ اس کی آنکھوں میں جھنجھلاہٹ کا عکس نہ اگہرا اور شدید تھا۔



آج امین بہت کر کے راحمد کی راہوں میں چلا ہی آیا۔ اس کے دل میں خوشگوار جذبات سے جو نسل امتیں رقصاں تھیں۔ راحمد اس وقت گھر میں تنہا تھی۔ یہ علوم ہونے کے بعد ہی امین یہاں آئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ وہ کافی روز سے موقع کی تلاش میں تھا کہ کب اسے راحمد کے ساتھ تنہائی میں آجائے تو وہ اپنے دل کی کیفیت اس سے شہز کر سکے۔ ہمیشہ کی طرح اس روز بھی راحمد کے ساتھ اس کی ملکی پھلکی نوک بھوک کے ساتھ خوشگوار باتوں کا آغاز ہوا۔ اسی دوران مومن کی کال آ گئی۔ امین اس کے نمبر کو کھولتا رہا۔

”میں بی بی ہوں ایک گھنٹے کے بعد کال کرو۔“ امین نے مومن کو متنبہ کر دیا۔ پھر کچھ بعد ہی مومن کا دوسرا پیغام رہا۔

”مجھے تم سے بہت ضروری باتیں کرنی ہیں۔ آئی ایم اپ سیٹ۔ مجھے تمہاری ضرورت ہے۔“ مومن کے لفظ لفظ سے منظم اریت جھٹک رہی تھی۔ امین چہرہ کیا۔

”پہ مجھے تمہاری فی الوقت کوئی ضرورت نہیں۔ اپ سیٹ ہو تو درش سے رابطہ کرو۔ مجھے تم خوشبو۔“ امین نے چپ چان چٹرائی مگر اسے مومن کا دوسرا متنبہ فوراً موصول ہوا۔

”انسان بنو۔۔۔ یہ کیسی طوطا پٹشی۔۔۔ بائی دی وے۔ کہاں ہو تم۔“

”میں راحمد کے پاس ہوں۔۔۔ امین نے سرسری سے انداز میں متنبہ کیا۔

”اچھا۔۔۔ میں بھی کہوں کہ تم کس سرنگ میں جا پھنسنے ہو۔ تو تم یہاں ہو۔“ مومن کا معنی خیز پیغام آیا۔

”خبردار تم یہاں نہ ٹپکنا۔۔۔ میں ایک گھنٹے بعد تمہاری طرف راہوں؟ تم کہاں ہو اس وقت؟“ امین نے جلدی سے اسے منمن کرنا چاہا۔ مبادا وہ اسی وقت وہاں نہ آجائے۔ اس کے متنبہ

کے جواب میں مومن نے کوئی جواب نہ بھیجا۔ امین نے چپک کیا مومن نے اس کا آخری متنبہ رہا۔ مومن نے کیا تھا اور اس کا موبائل بھی اب آف تھا۔ شاید وہ امین کی بے رخی پر ناراض ہو گیا۔

”میں زرشا پی کی طرف جانا چاہتی ہوں۔ آپ مجھے ان کے ٹھکانے تک چھوڑ دیں گے؟“ مگر ماگرم چائے کے ساتھ سیکیس اٹھائے اس کی طرف آتی راحمہ کہہ رہی تھی۔

”ہاں..... کیوں نہیں؟ چائے پیتے ہی نکلتے ہیں۔ پر..... آج گاڑی تو نہیں لایا..... بانیک لایا ہوں۔“ امین نے مسکراہٹ کے ساتھ اسے بغور دیکھا۔

”چائے پیتے ہی نہیں بلکہ آپ کو کچھ دیر بیٹھ کر میرے ساتھ ماما کا انتظار کرنا پڑے گا۔ وہ بس آنے ہی والی ہیں۔“ مجھے بانیک پر بیٹھنا پسند نہیں مگر مجبوری ہے۔ مجھے آج زرشا پی کے ہاں ضروری جانا ہے۔“ راحمہ بولی۔ امین سراسیمہ طور پر چائے کے پلے لے لیا۔ راحمہ کہہ رہی تھی۔

”مجھے یقین نہیں آ رہا کہ آج آپ یہاں واقعی میرے لیے بیٹھیں۔“ مطلب ہے کہ مجھ سے ملنے آئے ہیں؟“ وہ ہنوز سنجیدہ تھی۔

”ہاں میں بتا چکا ہوں کہ مجھے تم سے بہت ضروری بات کرنی ہے۔“ امین پر اعتماد تھا۔ راحمہ مسکراہٹوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

”کسی نے جی ہی کہا ہے کہ یہ دنیا ایک اسٹیج ہے اور سب کو اپنا اپنا کردار ملے گا۔“ امین آج بہت سنجیدہ تھا۔ راحمہ شرارت سے مسکراتی۔

”جیسے کہ آپ تھیٹر کرنا چاہتے ہیں۔“ راحمہ نے کہا۔

”ہاں..... جیسے کہ میں تھیٹر کرنا چاہتا ہوں۔“ پر تھیٹر کے علاوہ بھی میرا اس دنیا کے اسٹیج پر کوئی دوسرا کردار ہے۔“ پلے کرتے ہوئے مجھے بہت زیادہ خوشی ہو گئی۔“

”آپ تھیٹر کب انٹارٹ کریں گے؟ میں تو مری جا رہی ہوں انتظار میں۔“ یونہی۔ تھیٹر مجھے شروع سے ہی بہت پسند ہے۔ آپ کے تھیٹر کرنے کی چیز سے سب سے زیادہ خوشی مجھے ہوئی

تھی..... جتنی کہ خود آپ کو بھی نہیں ہوئی ہوگی۔“ راحمہ پر جوش تھی۔ امین نے ذرا سا ہنس کر کہا۔

”ہاں میں جانتا ہوں تمہیں اسکول کے زمانے سے ہی تھیٹر بہت پسند ہے اور تمہاری خوشی کی خاطر ہی میں نے انٹارٹ کرنے کے بارے میں سوچا ہے۔“ امین نے دوسرا جملہ دل میں کہتے

ہوئے اسے گہری نظر سے دیکھا۔

”کیا آپ نے ایسا میرے اسکول کے زمانے سے ہی سوچنا شروع کر دیا تھا؟“ راحہ اپنی بات شرارت سے مکمل کر کے منس پڑی تو امین نے بھی اس کا ساتھ دیا پھر گنگمہیر لہجے میں سنجیدگی سے بولا۔

”یہ کہنا زیادہ بہتر ہو گا کہ تمہاری طرح مجھے بھی تھیٹر پسند ہے۔“

”اوہ ہاں کس..... آج تک تو آپ نے کبھی یہ بات نہیں بتائی۔“ راحہ کا تجسس بڑھتا جا رہا تھا۔

”اور اگر آج میں تمہیں اس بات سے بھی زیادہ دلچسپ بات بتاؤں تو تم کچھ کیسا لگے گا؟“

”یہ تو اس بات پر منحصر ہے۔“

”اگر میں تمہیں یہ کہوں کہ جیسے تمہیں تھیٹر پسند ہے ویسے ہی تم مجھے انجی لگتی ہو تو؟“ امین کا سوج بکا چلا تھا۔

”آپ بھی مجھے اچھے جانتے ہیں۔“ راحہ بھی ہلکے پھلکے انداز میں مسکرائی۔

”اگر میں تم سے یہ کہوں کہ میں تمہیں بہت پسند کرتا ہوں.....“ امین نے اچانک ہر قسم کا بند توڑتے ہوئے کہا۔

راحہ کے چہرے سے مسکراہٹ ہل بھر میں غائب ہو گئی۔ اس نے کچھ ٹھک کر امین کی آنکھوں میں جھانکا وہ بالکل شیدہ تھا۔

”کیا مطلب؟“

”مطلب یہ کہ میں تمہیں بہت پسند کرتا ہوں اگر میں یہ کہوں تو تم کیا کہو گی؟“

”اگر آپ یہ سنجیدگی سے کہہ رہے ہیں اور جو میں اس بات کا مطلب سمجھ رہی ہوں تو یہ ایک بہت گھٹیا بات ہوئی۔“ راحہ کے تاثرات یقیناً پتھر طے ہوئے لگے۔ امین اپنی جگہ سٹپا کے رہ گیا۔

اسے راحمہ کی طرف سے اس قدر شدید اور اہانت آمیز رد عمل کی بالکل بھی توقع نہ تھی۔ وہ ہمیشہ سے اسے ایک بہت ہی سمجھدار، مضبوط اور سلجھی ہوئی لڑکی نظر آتی تھی مگر اس کا یہ انداز..... یہ روپ..... یہ لب و لہجہ..... امین نے بے چینی سے اپنی جگہ پہلو بدلا۔ اس کی پیشانی اہانت کے احساس سے دھجکے گئی۔ کئی لمحوں تک وہ کچھ بھی نہ بول سکا۔ راحمہ اسے سخت مایوس دیکھنے لگی۔ نظر وں سے یوں کھور رہی تھی جیسے وہ ایک انتہائی بے ہودہ، بے حیثیت اور دو ٹوٹے کا انسان ہو یا شاید اس سے بھی کوئی کمتر اور حقیر چیز۔ وہ بات کی گہرائی میں اترے بغیر زہر خندانہ اثر میں بولے چلے جا رہی تھی۔

”میں تو آپ کی بہت عزت کرتی ہوں..... آپ تو مجھے شریف سے انسان نظر آتے ہیں۔“ راحمہ کالب و لہجہ بے حد زہر والا مختار سے آمیز تھا۔ امین نے سخت بے چینی کے عالم میں ایک دفعہ پھر پہلو بدلا۔ اس کے لطیف جذبات کو بری طرح سے روند گئی تھی۔

”میں، راحمہ مختلف قسم کی لڑکی ہوں..... مجھے شادی سے پہلے اس طرح کی خرافات بالکل پسند نہیں بلکہ شادی کے بعد بھی شہرہ کے علاوہ کسی اور کے لیے اس طرح سے سوچنے والے لڑکیاں شاید آپ کو تو پسند ہوں گی مگر میری سوچ اس سے بالکل مختلف ہے۔ راحمہ نے مال مہارت سے اسے ایک اچھکائی چوت لگائی۔ امین کا دم کھٹنے لگا۔

”آپ کو ایسا سوچتے ہوئے بھی شرم آتی پائیے۔ آپ ایک مل کو اتنا موقع لیتے کہ آپ کرنے یا جا رہے ہیں۔“ راحمہ کی زبان کے سامنے آج کوئی اسپینڈر بیکر بھی نہ رہا۔ وہ چہن چہن کر زہر لیے لفظوں کا انتخاب کر رہی تھی۔

”میں ویسی لڑکی نہیں ہوں جیسی کہ آپ نے مجھے سمجھ لیا تھا۔ آپ کو اپنے اس قسم کے فضول جذبات کی تسکین کے لیے کہیں اور یا پھر یونیورسٹی میں آپ کی کسی یونیورسٹی فیلو سے ہی رجوع کرنا چاہیے تھا یا شاید شارٹ کٹ سوچ کریں آپ کو اس مارگٹ کی..... ویسے آپ ایسے کہتے تو نہیں جتنی فضول مرگلیا آپ نے بات کہی ہے مجھ سے۔“

”اس دنیا میں کسی کو پسند کرنا کوئی جرم نہیں۔“ امین کا لہجہ قدرے مدافعا نہ مگر بہت کمزور تھا۔

”اور اس دنیا میں کسی کو ا پسند کرنا بھی کوئی جرم تو نہیں۔ ہر انسان کو اپنے کر لینے سے بہت کچھ بھی کچھ موچنا چاہیے۔“ راحمہ کا تیور لحوہ پلحوہ زیادہ خطرناک، اہانت آمیز اور ناقابل برداشت ہو رہا تھا۔ اس کی آخری بات نے امین جیسے حساس آدمی کی دھڑکنوں سے ساری لطیف انگلیوں کا لہو نچوڑ کر رکھ ڈالا۔ وہ کچھ اٹھ اٹھ چلا۔ چند لمحات میں ٹوک ٹوکوتا اور چور چور ہوتا محسوس کرنے لگا تھا۔ راحمہ اسے حقارت سے منہ سجائے اور تیور بگاڑے دیکھتی رہی۔ بہت سے لمحے خاموشی کی نذر ہو گئے۔ امین جیسے انجانے ہنگاموں میں کھڑا تھا۔ نہ دائیں بائیں کوئی منزل تھی، نہ آگے بڑھنے کا کوئی راستہ اور پتہ نہیں کس لمحہ امین کے ہاتھ اٹھے اور اس نے تائی بجا دی۔

”بہت خوب..... زبردست.....“ امین کے بھاری لہجے کی لڑکھاہٹ کو راحمہ کے سواہ کوئی محسوس کر سکتا تھا۔ راحمہ جو اپنے زعم میں پڑ سکون سی بیٹھی تھی، یکدم چونک کر امین کو دیکھنے لگی۔ امین عجیب سے انداز میں مسکرا رہا تھا۔ وہ اس انداز کو فوری طور پر بالکل بھی سمجھ نہیں پائی۔

”تم تو واقعی ایک بہت ہی مختلف لڑکی ہو.....“ وہ ابھی تک تائی بجا رہا تھا مگر اس کے انداز میں اس کے لب و لہجے، اس کے لفظوں یا اس کے تاثرات میں راحمہ کو اپنے لیے کوئی طعنے یا حقارت محسوس نہیں ہوئی۔ وہ تو اسے سراہ رہا تھا۔ راحمہ کو یقین نہ آیا۔ وہ کہہ رہا تھا۔

”تم بھی لڑکیاں اس معاشرے کا خوبصورت جزو ہیں۔“ امین کے الفاظ بے حد خوبصورت اور دودھ راحمہ کے لیے تھے۔ راحمہ کو یقین نہ آیا۔

”سوری آن میں نے خوافواہ چھل میں پرکھنے کے شوق میں بہت کر دیا۔“ امین اب دونوں ہاتھ سینے پر باندھے دھیرے دھیرے مسکرا رہا تھا۔ راحمہ جو گم سم سی بیٹھی اپنے آپ میں سٹ کر خنجر اور پشیمان سی اٹھ کھڑی ہوئی۔

”میں تو واقعی تم کو ایک اچھی لڑکی سمجھ کر پسند کرتا ہوں اور میں نے جسمانی تعریف نہیں کی تھی تمہاری۔ تم تو بہت سادہ ہو۔ میری بات کا غلط مطلب لے بیٹھیں۔“ امین کا لہجہ آہستہ آہستہ پھر سے مضبوط ہونے لگا۔

”وہ..... میں..... اوہ..... میں تجھی آپ یہ یس ہیں۔“ راحہ کی حالت بہت مستحکم نہ تھی۔ وہ اپنا منہ چھوڑ کر ایک بار پھر سے بہت سوہ نظم آنے کی کوشش میں گزرتی امین کو سخت احمق دکھائی دی۔ وہ جبراً مسکرا رہا تھا لیکن اس کی اندرونی کیفیات اندر ہی اندر جگمگ رہی تھیں۔

”مومن اندر دُرُ رائے روم سے آتی آوازیں سن کر گھر سے سنا لے میں آ گیا تھا۔ امین..... راحہ؟ مومن کو یقین نہیں آ رہا تھا کہ راحہ نے امین کو نہایت جاہلیت بھرے انداز میں بے دروی سے مسٹر دکر دیا تھا۔ اسے امین کی حالت پر ترس آ گیا..... وہ مومن کے سامنے نہیں تھا پر مومن بن دیکھے بھی امین کے دل کی زخمی حالت سمجھ سکتا تھا۔

مومن جانتا تھا کہ پچھلے کئی برسوں سے راحہ کے لیے اپنے دل میں پسند چھپی کے جذبات سنبھالے بیٹھا تھا۔ جس کا وہ آج راحہ کے سامنے اظہار بھی کر چکا تھا۔ پر راحہ..... مومن کو راحہ اس دنیا کی بیک وقت۔ تک۔ دل اور پر قسمت لڑکی نظر آتی لیکن وہ یہ بھی جانتا تھا کہ امین وہاں پھر سے کبھی بھی راحہ کے لیے ایسا کچھ سوچتا بھی گوارا نہ کر سکے گا۔ وہ امین کی فطرت سے واقف تھا۔ اسے وقت پر اس کی حسبِ ثوابش شے نہیں ملا کرتی تو وہ وقت گزرنے کے بعد اس شے کے ملنے ہوئے بھی اسے قبول نہیں کرتا تھا اور پھر یہ تو اس کی مردانگی، اس کی عزت نفس کا معاملہ تھا۔ یہاں آتے ہوئے مومن سوچ رہا تھا کہ آج اس نے ونیز کو اپنے دل کی ساری کیفیات، سارے جذبے، منفی جذبات ساری انگلیوں اور ہر گمانی والی سوچیں زرش پر صاف صاف واضح طور پر آشکارا کر دیئے کا فیصلہ کر کے بہت مناسب راستہ اختیار کیا تھا۔ اس نے ونیز کو کہا تھا۔

”ونیز! تم زرش کو بتا دینا کہ اگر وہ مجھ سے محبت کرتی ہے تو پھر بھی میں اس کی محبت سے دل سے مطمئن نہیں ہوں کیونکہ اس کے دل میں میرے لیے جذبات، احساسات میں بہت کمی ہے..... ایسا لگتا ہے کہ وہ میرے خوف کی وجہ سے مجھے پسند کرتی بنا رہی اس کی زندگی میں خنہ وری تو ہوں پر اہم نہیں۔ میں سے چھوڑ دوں۔ بس اسی حد شے کے تحت وہ کسی بھی طور میرے ساتھ مراسم استوار کیے رکھنے پر مجبور ہے اور مجھے مجبوری کا تعلق یا اور کوئی بندھن کسی بھی صورت میں قبول نہیں اور ماننے کی محبت کا میں قائل نہیں اور اگر وہ صرف میری وجہ سے میرے ساتھ چلنے پر بحالت مجبوری تیار ہے تو اسے کہنا کہ وہ ابھی سے مجھ سے اپنے تمام راستے الگ کر لے۔“ وہ ونیز کو یہ سب کہہ کر مطمئن تو نہ ہوا پر یہ احساس اس کے دل میں کہیں جاگزیں ہو گیا تھا کہ اس نے

جو بھی کیا بالکل ٹھیک تھا۔ وہ ابھی راستے میں تھا کہ اس کا سیل فون بج اٹھا جسے اس نے یہاں آتے ہوئے آن رکھا تھا۔

”ہیلو..... امین سب خیر ہے..... تو جہاں؟“ علوم نہیں کیوں امین کی کال رد کر رہے تھے مومن کے کیوں سے پرانا فقرہ یہی ادا ہوا تھا۔ بعد میں اسے احساس ہوا کہ اسے امین کے سامنے انجان ہی رہنا چاہیے۔

”ہاں سب خیر ہے..... تم کہاں ہو.....؟ تم نے مجھ سے کوئی خبر وری بات کرنی ہے..... تم نے مجھے سچ کیا تھا..... وہ کیا خبر وری بات ہے۔“ امین کا لہجہ اسے ہمیشہ سے کچھ بے دم اور ٹھہر اٹھرا محسوس ہوا..... کیوں.....؟ یہ تو مومن جانتا ہی تھا۔

”کیا بات ہے پیار.....؟“ وہ پوچھ رہا تھا۔ مومن کو اس شخص پر بہت پیارا یا جو غم بہت زیادہ تھا اس سے اس کی الجھن دیرانت کر رہا تھا۔

”میں..... تمہارے لیے پریشان..... اور فکر مند ہوں۔“ مومن نے اپنا ایک کہا تو امین کو گھٹیا چہرے کا سامنا کرنا پڑا۔

”کیا.....؟“ امین اس سے زیادہ کچھ نہ بول سکا۔

”ہاں..... ماں یا ر میں تمہارے لیے بہت پریشان ہوں کہ خواہ وہ زندگی میں تمہارے ساتھ کچھ ایسا ہو یا نہ ہو چاہے سب دیکھو ماں تم ہو بھی کتنے لاپرواہ اور سادہ..... یونیورسٹی میں ویسے تو ہم زیادہ تر ساتھ ساتھ ہوتے ہیں پھر بھی مجھے یہ موقع پریشان رکھتی ہے کہ تم جیسا پیارا انسان خواہ وہ کسی غلط لڑکی کے ہتھے چڑھ گیا تو تمہارا تو ہوجال ہو گا سو ہو گا خود میرے لیے بھی بڑی مصیبت بن جائے گی یا ر.....“

دوسری طرف امین نے شاید مزید تیرے کے عالم میں کچھ کہنے کی کوشش میں لب کھولے پر مومن کو یہ نہیں اس سے کیا عند شہ لاحق تھا..... شاید یہ کہ کہیں وہ راحہ کا تذکرہ نہ کر بیٹھے..... ہاں مومن کو یہی خدشہ تھا۔ اسی لیے اس نے اسے کچھ کہنے کا موقع ہی نہ دیا اور اسے مزید تیرے ان کر دیا۔

”تمہاری معلوم نہیں کیا پسند ہے، کیا نہیں پر میں نے بہت سوچ سمجھ کر تمہارے لیے ایک لڑکی۔ ایک بہت ہی سمجھدار، نیک سیرت، معصوم، سادہ اور پیاری سی لڑکی کا انتخاب کیا ہے۔ مجھے اتنا حق تو دو گے! کہ تمہارے لیے کچھ بہت ہی اچھا سوچوں۔۔۔۔۔ اتنا اچھا جتنے کہ تم اچھے ہو۔“ مومن نے کہا تو امین چپ رہا۔

”پوچھو گے نہیں کہ وہ لڑکی کون ہے؟“ مومن کا بس نہ چلتا تھا کہ کسی بھی طرح امین کی زندگی سے ٹھکرائے جانے کے زہر کے اثر کو ختم کروے۔ امین چپ ہی تھا۔ مومن اس خاموشی کے پیچھے نہیں آیا، یہ تو صاف محسوس کر سکتا تھا۔ تصور کی آنکھ سے دیکھ بھی سکتا تھا۔

”تم۔۔۔۔۔ تم کہاں ہو مومن۔۔۔۔۔ میں۔۔۔۔۔ تمہارے پاس آنا چاہتا ہوں۔۔۔۔۔ تم سے کوئی بات شیئر کرنا چاہتا ہوں۔ میں اب قہقہے بھی نہیں کروں گا۔“

”تم مجھ سے ساری باتیں شیئر کرنے کا حق رکھتے ہو۔۔۔۔۔ پر پہلے میری بات کا جواب دو۔۔۔۔۔“

”تم کہاں ہو مومن؟“ امین اس کے پاس پہنچنے کو بے تاب تھا۔

”یار میں زرش کی طرف جا رہا ہوں۔۔۔۔۔ وہاں سے مجھے ونیز کو پک کر کے اس کے گھر چھوڑنا ہے۔“ تم چپ بھی نہیں آ جاؤ، اگر آنا چاہتے ہو۔۔۔۔۔ بلکہ تم وہیں آ جاؤ۔“ مومن نے یہ کہتے ہی رابطہ منقطع کرنا چاہا۔ امین کی آواز آئی۔

”وہ۔۔۔۔۔ یار وہ لڑکی۔۔۔۔۔ وہ لڑکی؟“ امین چاہتے ہوئے بھی بات مکمل نہیں کر پائی۔ مومن کسی امید کے سہارے مسکرا اٹھا۔

”ونیز۔۔۔۔۔ میں نے تمہارے لیے ونیز کا انتخاب سوچا ہے۔۔۔۔۔ وہ بہت مہربان۔۔۔۔۔ نرم دل۔۔۔۔۔ بہت پیاری لڑکی ہے۔ تم نے دیکھا تو چاہے اور میں کیا تعریف کروں اور اگر کبھی غور سے تم نے اسے نہیں دیکھا تو پھر آ جاؤ۔۔۔۔۔ آج دیکھ لو۔۔۔۔۔ جلدی میں کوئی غلط فیصلہ نہیں کرنا۔ میں تمہارا انتظار کر رہا ہوں، وہیں۔۔۔۔۔ کم آن۔“ مومن نے امین کو کچھ دیر تنہا اور ریلیکس ہو کر اس کی زندگی کے بارے میں اسے نئے رخ سے سوچنے کے لیے کچھ وقت دینا نہ موری سمجھ کر رابطہ منقطع کر دیا اور گاڑی کی اسپیلڈ ہڑھاوی۔ وہ جلد زرش کے پاس پہنچنا چاہتا تھا۔ ونیز نے اسے صاف

بتا دیا تھا کہ وہ آج اور ابھی..... اسی وقت جلد از جلد زرش تک اس کے خیالات پہنچا دے گی۔ ونیہ: ہ نے اسے کہا تھا کہ جب تک وہ زرش سے مکمل کربا نہ کر لے وہ کوئی حتمی فیصلہ نہ کرے..... اوومن جو دل ہی دل میں حتمی فیصلہ کرنے کے لیے بھی بے چین تھا اب جلد از جلد زرش تک پہنچنے کے لیے بہنا ب تھا۔ ونیہ: ہ سے زرش کے گھر پر اس کے پاس ہی ٹی..... مومن کو دیکھتے ہی ونیہ: ہ کی صورت پر جھلکتی پریشانی گہری ہونے لگی۔ زرش مضمّن اور پرسکون تھی اور بس طرح و طرح مومن کو دیکھ کر مکمل اٹھی تھی۔ مومن کو صاف اندازہ ہو گیا تھا کہ ابھی ونیہ: ہ نے اسے کچھ نہیں بتایا تھا۔

”تم کب آئیں؟“ ونیہ: ہ کو دیکھتے ہی وہ پوچھنے لگا۔

”ابھی پانچ منٹ گزرے ہیں اسے آئے ہوئے اور آج ہی دیکھیں تو مومن اس نے کیسی صورت بنائی ہے جیسے برسوں کی بیماری۔“

”اس کی ساری بیماری کا ابھی علاج کروں گا۔“ مومن نے ونیہ: ہ کے سر پر چپٹ لگائی۔ ونیہ: ہ سے شاکی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

”آپ بیٹھیں..... میں نے ہذا زبردست اپنل جوس بنایا ہے..... آج آپ کو سادہ پانی نہیں جوس پانا چاہیے گی۔“

”ہاں ہاں ابھی..... آج تو تمہارے ہاتھوں سے ترہ بھی پیئے کو تیار ہوں۔“ مومن صوفے پر گرنے کے سے اٹھ کھڑی بیٹھا تو زرش نے اسے ٹھکرا۔

”ایسا نہ کہیں پلیز..... میں تو اس لیے کہہ رہی تھی کہ آپ ہمیشہ مجھ سے یہاں آتے ہی سادہ پانی طلب کرتے ہیں۔“

”تم بچن میں جاؤ..... میں نے ابھی تک لٹے نہیں کیا ہے، ایسے ہی بھوکا یہاں آ گیا ہوں..... فافٹ اچھا سا لٹے تیار کرو۔“

”چکن بریانی دم پر ہے تھوڑا سا انتظار کر لیں۔“ زرش بولی تو وہ چکن بریانی کے نام پر خوش ہو گیا۔

”واہ..... یہ ہوئی ماں بات۔ امین کو ابھی بریانی بہت پسند ہے۔ وہ بھی بس آتا ہی ہوگا۔ ونیہ: ہ تم جاؤ خدا کچھ دیر اسے باہر لان میں ہی روکنا مجھے زرش سے کچھ اچھی اچھی باتیں کرنی

ہیں۔ ”مومن کے سنجیدہ چہرے پر شریر مسکراہٹ بکھری۔ زرش وینہ کے سامنے جھینپ گئی۔ وینہ: ”کچھ نہ بچنے والے انداز میں مومن کو خفا خفا سی نظروں سے دیکھتی باہر نکل گئی۔“

”ایسے کیا دیکھ رہے ہیں۔“ وینہ کے جاتے ہی مومن کو اپنی طرف ٹکلی بانہ حوصلے سے پکار کر زرش نے آپ میں سنے گئی۔

”میرے پاس جاؤ۔“ وہ مومن کی بیک پر سر دھرے نیم والے انگوٹھوں سے دیکھتا ہوا اس دن والا مومن لگا جب پہلی بار وہ اپنے دل کا حال بیان کرنے اس کے پاس آیا تھا۔

”میرے پاس آؤ۔“ مومن کے ان ثملہ آلود غفلتوں نے زرش کو شہنا دیا۔

”پلیز..... چاٹک آپ کو کیا ہو جاتا ہے..... پلیز..... پلیز آپ کا یہ انداز مجھے کفیور کر دیتا ہے۔“ وہ دھیرے سے منمنائی۔

”کفیور کر دیتا ہے یا اچھا نہیں لگتا؟“ مومن سیدھا ہوا کر جیسے ہوئے اسے بغور دیکھ لگا۔ آج زرش کی شہناہت علوم نہیں کیوں مومن کو بری نہیں لگ رہی تھی۔ شاید امین کے دل پر کلنے والی

گہری چوٹ نے مومن کو بہت کچھ سمجھا دیا تھا۔ ایسی بہت سی باتیں جو زرش اسے نہ سمجھا سکتی تھی۔ اس وقت نے مومن کو بہت واضح کر کے سمجھا دی تھیں۔ مومن کو کچھ میں آ گیا تھا۔ زندگی کا یہ

فلسفہ..... کہ یہ کوئی کھیل..... کسی وقت گزارنی کا کام نہیں..... بلکہ خالق کائنات نے زندگی کو بہت اہم مقاصد کے لیے تخلیق کیا ہے اور ان مقاصد کی تکمیل کے لیے ایک مہمل اور زندگی سے بھرپور

دل کی ضرورت ہوتی ہے۔ زندگی ہمیشہ سب کچھ پانے کا کام بھی نہیں بلکہ کچھ کھو کر پانے کا کام زندگی ہے۔

اور بہت ممکن تھا کہ جب مومن زرش کے پاس اظہار دل کے لیے آیا۔ زرش مومن کے جذبات کے ساتھ جی وہی سلوک کرتی جو کہ راحہ نے امین کے ساتھ کیا۔ بہت ممکن تھا کہ امین کی جگہ

مومن ہوتا..... بہت ممکن تھا کہ مومن کو یوں کڑے وقت میں سنبھالنے والا محبت سے اور استحقاق سے قدامتے والا بھی کوئی نہ ہوتا جیسے کہ مومن نے امین کو سنبھالنے کی کوشش کی۔ جیسے مومن نے

امین کو سنبھال کر محبت اور استحقاق سے قدامت لیا۔

”مجھے آپ کی ساری باتیں، سارے انداز، سارے جذبات اچھے لگتے ہیں کیونکہ وہ سب میرے لیے ہیں..... پر مومن انسان کے لیے صرف اس کا دل، اس کی خواہشات ہی تو اہم اور

ضروری نہیں بلکہ انسان کے لیے سب سے اہم اس کا مذہب ہونا ہے بحیثیت مسلمان کسی بھی مسلمان کو یا پھر بالقرض مجھے.....

”بس.....“ مومن یکلخت اٹھ کر اس کے سامنے آن کھڑا ہوا اور زرش کے کچھ بھی سمجھنے سے پہلے اس کا ہاتھ تھام لیا اور پھر ایک ٹو بھرت مسکراہٹ اس کی تیراں آنکھوں پر اچھا کر کے اسے باہر لان کی سمت لے آیا۔ جہاں امین وینہ کے ہمراہ موجود تھا۔ وینہ پہلے سے بھی زیادہ گھبراہٹی ہوئی لگ رہی تھی۔ دونوں کو دیکھتے ہی وہ ان کی طرف لپک آئی۔

”نہیہت۔“ مومن نے امین کو معنی خیز نظروں سے دیکھا۔ امین گروں کھجاتے ہوئے مسکرا دیا۔ اس کے چہرے کی تھکاوٹ میں مومن کو دنیا کی ٹو بھرت ترین مسکراہٹ نظر آئی۔

”وینہ! ذاتی پریشان کیوں لگ رہی ہے بھی۔“ مومن نے زرش کے پیچھے تھک رہا چہرے پر کھڑی وینہ کو دیکھ کر کہا۔

”وہ..... میں نے تمہارے انتخاب کے بارے میں وینہ کو بھی بتا دیا ہے۔“ امین ہنپ مومن کو مخاطب کیا۔

”کیا... مگر آپ نے تو کہا ہے کہ یہ ٹو آپ کا اپنا فیصلہ ہے۔“ وہ اور بھی زیادہ الجھتی ہوئی امین کو گھورنے لگی۔

”ایک ہی بات ہے۔“ امین بے چارگی سے مٹانے اچکا کر رہ گیا۔

”پر.....“ وینہ دلا ہوا بے ہوشی سے مومن نے اس کے سر پر چپٹ لگائی۔

”تم صرف باا یاماں بلکہ صرف اور صرف ہاں کرنے والی بات کرو۔“ لڑکا پسند آیا کہ نہیں؟“ مومن شرارت سے مسکرا رہا تھا۔ وینہ ہمتما تھچہرے کے ساتھ بے اختیار لجا کر مسکرا دی۔

”ہاں مگر..... لڑکے کو کہہ دیں کہ آئندہ اپنی زندگی کے ہر فیصلے کو تنہا کرنے کی عادت ڈال لے۔“ وینہ یکلخت فراتے سے کبھی اندر کی طرف لپکی۔ امین بری طرح کسپا گیا۔ زرش اور مومن

کا قبیلہ بے ساختہ اور زندگی سے بھرپور تھا۔ امین بھی مسکرا دیا۔ زندگی سے بھرپور فنی ہستے مومن نے اسے سینے سے لگا کر بچھنی لیا۔

